دینِ حسن

مصنف

استاذِ زمن، شہنشاہِ سخن، برادر امام اہل سنن

حضرت علامہ حسن رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

www.muftiakhtarrazakhan.com

0092 303 2886671 /makhtarraza1011



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتئ اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری**

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

الحمدللہ! یہ کتابِ جلیل، اِسلام کی دل کش حقانیت پر روشن دلیل
جس میں خود ہنود و نصاریٰ کی تحریرات سے ثبوت دیا ہے کہ
اِسلام کی نورانی حقانیت نے مخالفانِ اسلام سے بھی اپنی مدح کا کلمہ پڑھوالیا ہے

دینِ حسن

-: تصنیف لطیف :-

خادم دین وملت محبّ حق وسنت مولانا مولوی
محمد حسن رضا خان حسن قادری برکاتی ابوالحسینی بریلوی -رحمتہ اللہ علیہ-

Tajushshariah Foundation, Karachi, Pakistan

فہرست

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زلاف حمد و نعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن

سجودی می تواں کردن درودی می تواں گفتن

خدائے پاک نے اِنسان کو اشرف المخلوقات و بہترین کائنات خلق کیا، اور جوہرِ عقل سے معزز وممتاز فرمایا کہ وہ اپنی دینی اور دنیوی ضرورتوں میں اس پاک جوہر سے کام لے۔

یہ وہ کسوٹی ہے جو کھوٹے کھرے میں تمیز بتاتی اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھاتی ہے...... یہ وہ دولت ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے...... یہ وہ آفتاب ہے جس کی روشنی دن رات یکساں رہتی ہے...... نہ وہ آفتاب ہے جو صبح کو مشرقی کناروں سے نمودار ہو کر شام کو مغربی گوشوں میں جا چھپے، اور اپنی تابش کے خریداروں کو چار پہر اِنتظار کرنے کے لیے شبِ دیجور کی بھیانک تیرگی میں چھوڑ دے۔

سفر میں، حضر میں، رفتار و گفتار میں، دشت و گلزار میں، روزِ روشن و شبِ تار میں، کوچہ و بازار میں، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، تکلیف و آرام میں، غرض ہر بات ہر کام میں انسان کو اس کی طرف اِحتیاج ہے۔ جو جتنا خوش نصیب ہے اُسی قدر اُس کا محتاج ہے۔

جب ہم اس چمکیلے جوہر یعنی عقل کی دُور بین نگاہوں کو اپنی ضرورتوں کے وسیع بازاروں میں آزادی کے ساتھ سیر کرنے کی اِجازت دے کر دیکھتے ہیں کہ یہ مبصر گراں بہا متاعوں، بیش قیمت چیزوں سے کس شے کی عزت کرتا اور کسے وقعت کی نظر سے دیکھتا ہے، تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر دین کو ہم نے دنیا کے سر صدقے نہیں کیا ہے اور دنیا طلبی کی بدنما زنگ سے ہمارے آئینے کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی خالی بچ رہا ہے تو اُس میں اُسی معشوق، دل رُبا، محبوب مہ لقا کی چمکتی اور دلکش تجلّیوں کا عکس پڑتا ہے جسے زمانہ (**مذہب**) کے مقدس لفظ سے یاد کرتا ہے۔

اور فی الحقیقت دنیا کی وسیع آبادی میں اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو یہی ایک چیز ہے جو تمام نعمتوں اور سب دولتوں سے زیادہ وقعت کرنے کے قابل ہو۔ جب ہم اپنی ہر ضرورت میں عقل

کی مدد کے حاجتمند ہیں اور اپنے ہر کام میں اُسے صرف کرتے ہیں تو ہم کو ضرورت ہے کہ ہم سب سے اہم کام، سب سے بڑی ضرورت یعنی مذہب میں بھی اُس سے اِمداد کے خواستگار ہوں کہ جب تک راہبر سے رسم و راہ نہ ہوگی منزل-- جس کی تلاش میں ہم کورکورانہ چل کھڑے ہوئے ہیں-- بہت دُور جا پڑے گی، بلکہ کبھی نہ ملے گی۔

لکیر کے فقیر جو باوجودِ عقل و علم' مذہب میں غور و فکر نہیں کرتے اور مذہب گویا اُن کے مورِث کی پیدا کردہ جائداد ہے جسے وہ اُس کی زندگی میں برتا کیے، اور مرنے کے بعد ترکہ میں پائی، بالکل اُس راہگیر کے قدم بقدم ہیں جس نے راہنما کا دامن چھوڑ کرنا سمجھی سے منزل تک پہنچنا چاہا ہے۔

مذہب ہر شخص کا اُسی کے ساتھ ہے۔ کوئی کسی کے ساتھ قبر میں جاتا ہے، نہ صندوق میں بند ہو کر کھڑا دفن ہوتا ہے، بھڑکتی آگ میں جلنے والے کے ساتھ کون جل گیا! لہراتی ہوئی موجوں میں بہنے والے کے ہمراہ کون بہ گیا!!۔ 'اپنی کرنی اپنی بھرنی'۔

مرنے کے بعد زندہ ہونا ضرور ہے جسے بہ تبدیل صورت قریب قریب سب مذہب والے تسلیم کر چکے ہیں۔ اور خود مذہب کی مقدس ہستی اس مسئلے کو بہت سنجیدگی کے ساتھ صاف صاف بیان کر رہی ہے کہ دنیا کی ضرورتوں میں کوئی مسلمان، کوئی مسیحی، کوئی ہندو اپنے مذہب کی وجہ سے لائق اور ہوشیار نہیں مانا گیا۔

اگر انسان کو پیدا ہو کر زندگی کے بعد اَبدی موت سے ملاقی ہونا ہوتا تو پابندیِ مذہب ضرور ایک فضول چیز مانی جاتی۔ اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قوم میں مذہب کی بڑی پکار ہے۔ مدرسے مقرر ہوتے ہیں، کالج کھولے جاتے ہیں، ہزاروں روپے صرف کرتے ہیں، محنت اُٹھائی جاتی، مشقت برداشت کی جاتی ہے کہ مذہب رواج پائے، مذہب ترقی پر آئے، مذہب کا فدائی، مذہب کا شیدائی، مذہب کو جس پیار سے دیکھتا ہے کسی چیز کو نہیں دیکھتا، تو ضرور ہے کہ مذہب سب سے زیادہ عمدہ چیز ہے، اور اُس کے پابند کو اُس کی خوبیوں سے دوسری زندگی میں کامیابی کے ساتھ بھرپور نفع اُٹھانے کا پورا یقین، جب تو آزادی کو چھوڑ کر پابندیِ کشاکش میں رہنا پسند کرتا ہے۔

مذہب کے عزیز رکھنے والے مذہب کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے بلکہ مذہب پر جان قربان کر دینے کو بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ تاریخی دنیا میں ایسی ایسی بے شمار نظیریں موجود ہیں اور اب بھی جن

کواُس کے رتبہ کی کچھ خبر ہے اوراُس کے ساتھ قدرے لگاؤ ہے وہ جان اسی طرح دے دیتے ہیں گویا اُن کی جان اسی دن کے واسطے تھی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کی جان پر بنتی ہے مال خرچ کر ڈالتا ہے، آبرو پر بات آتی ہے تو جان و مال اُس کے صدقے میں دے دیتا ہے؛ مگر جب پیارے مذہب پر وار ہوتا ہے تو جان و مال، عزت، آبرو سب کو سِپر بنا لیتا ہے۔ ان حالتوں پر خیال کرنے سے بھی دوسری زندگی کا بہت زور کے ساتھ یقین ہوتا ہے جب مذہب ایسی کارآمد اور ضروری چیز ہے، جس کی خوبیوں کا بڑا حصہ دوسری زندگی میں ہم کو نفع پہنچانے کے لیے اُٹھا رکھا گیا ہو تو ہم کو واجب ہے کہ اپنے مقدور بھر اُس میں غور کرنے کی کوشش کریں، اور جانچ پڑتال میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں کہ مذہبی بازار سے اُس طریقہ کی خریداری کریں جس میں ناموزوں پیچیدگیاں یا کھوٹے پن کی آمیزش نہ ہو۔

افسوس مٹی کے برتن کا خریدار اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھے، ٹھونک بجا کر لے اور ہم مذہب جیسی ضروری چیز کو بے سوچے سمجھے اِختیار کر بیٹھیں۔ اگر یہ پرلے درجے کی نادانی اور اِنتہا درجے کی حماقت نہیں تو کیا ہے؟۔

آج دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور سب کے اُصول میں باہمی اختلاف؛ مگر ہر مذہب والا اُسی کو حق اور دُرست سمجھے ہوئے ہے جس سے اُسے دلچسپی حاصل ہو ع :

کس نگوید کہ دوغِ من ترش ست[۱]

مگر خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عقل سلیم اسے ہرگز گوارا نہ کرے گی کہ زیادہ تو زیادہ ومختلف الاصول مذہب بھی حق ہوں؛ لہٰذا ضرور ہوا کہ ایک ہی مذہب حق ہو اور اُس کی مخالفت کرنے والے مذاہب باطل۔

اب طرفداری اور ہٹ دھرمی کے خیال سے بچ کر غصے اور عداوت کو بالائے طاق رکھ کر آزادانہ روِش سے اگر نظر کیجیے تو ایسا مذہب جس نے پاکیزگی کی گود میں نشو ونما حاصل کی ہو...... تہذیب کے دودھ سے پرورش پائی ہو...... جس نے نفسانی خواہشات، لہو ولعب خرافات سے باز رکھا ہو......

[۱] کسی کو اپنا جھوٹ تیکھا نہیں معلوم ہوتا (کوئی بھی اپنی دہی کھٹی نہیں بتاتا)۔

جس نے عبادت پر طہارت کو مقدم مانا ہو......جس کے پیرو کا پہلا قدم پاکی کے دل کشا راستے میں پڑے......جس کے متبع کا پچھلا قدم خدا کی یاد میں اُکھڑے؛ اِسلام ہی دکھائی دے گا۔

جس خوش نصیب کے دل میں اس کی دل چھین لینے والی اَدائیں گھر کر گئیں اُس سے پوچھنا چاہیے کہ تُو نے ایسا کیا مزہ پایا جو زن وفرزند، یار ودَیار چھوڑ بیٹھا، ایسا کیا لطف اُٹھایا کہ دفعۃً سب سے منہ موڑ بیٹھا، ایسے ایسے واقعات سے تاریخی دنیا کا ایک بڑا حصہ آباد ہے، اور اب بھی رات دن یہ دلچسپ معاملات نگاہوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔

اِس مذہب میں نہ خوبصورت پتلی کمر والی فانی عورتوں کا لالچ دیا جاتا ہے، نہ ناپاک شراب پیش کی جاتی ہے، نہ مشاہرہ مقرر ہوتا ہے؛ بلکہ یہاں تو پکار پکار کر کہہ دیتے ہیں کہ آزادی چھوڑ کر پابندی اِختیار کرنی ہو، دنیوی آسائش سے منہ موڑ کر تکلیف اُٹھانی ہو تو ہماری طرف قدم اُٹھانا۔ جھوٹے دوستوں کو دشمن، اجنبی یگانوں کو بیگانہ بنانا ہو تو ہماری جانب آنا۔

اگر اِبتدائے اِسلام کی حالتوں کا مشاہدہ کیا جائے گا تو میرے بیان کی تصدیق وتائید بہت اچھی طرح سے ہو جائے گی، اور ایک ایسا عبرتناک منظر نظر آئے گا جس کا دردناک نظارہ ہمدردی کی آنکھوں کو بے خون رُلائے نہ چھوڑے گا۔

کفار نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی مقدس گردن میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کیا ہے، وہ انھیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے ہیں، پھندا یہاں تک سخت ہو گیا ہے کہ گردن میں زخم پڑ گیا ہے......ایک کو لوہے کی زِرہ پہنا کر گرم دھوپ میں بٹھایا گیا ہے......دوسرے کو گرم ریت پر لٹا کر جلتا جلتا پتھر سینہ پر رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت یاسر (رضی اللہ عنہ) مع اپنی زوجہ کے اسی وجہ سے شہید کیے جا رہے ہیں کہ اسلام لے آئے...... جناب عمار (رضی اللہ عنہ) اسی سبب سے آگ میں ڈالے گئے ہیں کہ مسلمان ہو گئے......نمازیوں پر نجاست پھنک رہی ہے......راستہ چلتے گالیوں کی بوچھار اور پتھروں کی بھرمار ہے؛ غرض غربائے اِسلام ہیں اور یہ اندوہ ناک تکلیفیں اور ناقابل برداشت مصیبتیں۔

زدر اغیار وازدیوار سنگ یار می آید

بلائے دردمنداں اَز درو دیوار می آید[۱]

اِنصاف پسند طبیعتیں اور حق جُو نگاہیں اگر ان حالات کو دیکھیں اور خیال کریں تو اسلام کی حقانیت روزِ روشن کی طرح اُنھیں نظر آجائے گی کہ اگر ان مقدس حضرات نے اسلام کا حق ہونا آنکھوں سے ملاحظہ نہ فرمالیا تو زن وفرزند سے منہ موڑنا، وطن جیسی محبوب چیز چھوڑنی، تکلیفیں جھیلنی، مصیبتیں بھرنی، عیش وآرام سے درگزرنا، سخت سخت بلائیں خوشی سے اختیار کرنا؛ یہاں تک کہ جانیں دے دینا کیونکر گوارا کیا!۔

اگر کسی دوسرے مذہب کی ابتدائی اشاعت میں ایسی جانگزا آفتیں، یہ حوصلہ فرسا زحمتیں (جو مشتے نمونہ بیان کی گئی ہیں) سدّ راہ ہوتیں اور اُس کے مقلدوں کے اِستقلالِ مذہبی کا لفافہ نہ کھل جاتا، اور ایسی پُر جوش روک ٹوک پر ایسی کامل ترقی پاتا تو سمجھتے کہ فدائیانِ بطلان ہم استقلالے دارند[۲]

ایسی نظیر اگر کوئی مذہب اپنے تاریخی قانون میں رکھتا ہو تو پیش کرے!۔

اِسلام کی اشاعت اور اُس پر جوشیلی مخالفت

اس مقدس دین کی بنیاد ملک عرب میں ڈالی گئی، جس کے باشندے بالعموم تین سوساٹھ (360) بتوں کی پرستش کرتے اور اس ناجائز عبادت کے ساتھ کامل دلچسپی رکھتے۔ اُن کی جنگ جُو طبیعتیں، وحشی عادتیں، فسادانگیز حالات، مفسدانہ خیالات، ذراسی بات پر کٹ مرنا، برسوں قتال کرنا، اور اپنی بات بالا رکھنا کس پر ظاہر نہیں!۔

ایسی حالتوں میں ملک بھر بلکہ تمام دنیا کے خیال کے خلاف یہ حق مذہب ظاہر فرمایا گیا اُن کے دینِ باطل کا اِبطال ڈنکے کی چوٹ کیا گیا۔ اُن کے خداؤں کی جماعت کو حقارت سے دیکھنا اور توہین کے کلمات سے یاد کرنا، زہریلی برّوں کے چھتے کو چھیڑ دینا تھا، اس مخالفت نے ملک میں آگ لگا کر طبائع میں پُر جوش اِشتعال پیدا کردیا۔

---

[۱] رقیبوں کے بام ودر سے مہربان دوست پتھروں کی بارش کررہا ہے۔ درودیوار سے دردمندوں کی بلائے بےدرماں اُتری پڑتی ہے۔

[۲] باطل کے حمایتی بھی اپنے اندر استقلال وثابت قدمی رکھتے ہیں۔

ہر متنفس نے مسلمانوں کی اِیذا رسانی بلکہ قتل پر کمر باندھ لی۔ یہ جوشیلی مخالفت رات دن آناً فاناً ترقی پکڑتی گئی، اور یہ بے تمیزی کی کالی گھٹا شدت سے گرمایا کی؛ مگر اُس کی سعی بے سود اور اُس کی کوشش بے اَثر رہی، اور اسلامی پودا (جسے عداوت کی آندھیاں جڑ سے اُکھاڑنا چاہتی، اور عناد وحسد کے تبر ٹکڑے ٹکڑے کر کے خاک میں ملا دینے کی خواہش رکھتے تھے) دن دونا رات سوایا سرسبز وشاداب ہوتا رہا، اور اُس کی بڑھنے والی ڈالیاں، سایہ دار پتیاں حیرت زا ترقی کے ساتھ نمو پاتی رہیں؛ یہاں تک کہ آج کروڑوں مسلمان – **کثرھم اللّٰہ تعالیٰ** – اُس کے سایہ میں بیٹھے دنیا میں جنتی ہواؤں کے مزے لے رہے ہیں ایک کی وار دو ہوتے ہیں اور دوچوں کے بھی بُرے کہلاتے ہیں۔

یہ کیا تھا کہ ایک ملک بلکہ ایک جہاں سے ایک کا ہاتھ نہ رُک سکا، لاکھوں کی کروڑوں تدبیروں سے ایک جان کا کچھ نہ بگڑا۔ اس کے سوا کچھ خیال میں نہیں آسکتا کہ جس ہاتھ سے حق جاری ہوتا ہے حق بر سر یاری ہوتا ہے جو جان' حق کی مدد کرتی ہے حق اُس کی مدد فرماتا ہے۔ اُس کے دشمن حق کے دشمن، اُس سے جھگڑنے والے حق سے لڑنے والے ہوتے ہیں، پھر خدا سے لڑائی ٹھانے کب بنے!۔

اِسلام کی بنیاد اگر کسی سلطنت کے ہاتھوں سے رکھی جاتی تو سمجھ میں آسکتا تھا کہ بزورِ حکومت اس مقصد میں کامیابی حاصل کی گئی، برخلاف اس کے ایک ایسے گھر میں چراغ کو روشن کیا گیا ہے جس میں مہینہ مہینہ بھر آگ نہ جلتی۔ کئی کئی دن چند چھوہاروں پر گزرتی......کبھی تین تین دن وہ بھی نہ ملتے......کپڑوں میں سترہ سترہ پیوند سلتے!۔

اب ذی رائے حضرات نگاہِ انصاف سے دیکھیں اور تحقیق طلب دل سے خیال کریں کہ ایک شخص جو نہ کسی سے ایک حرف پڑھے......نہ تربیت یافتہ لوگوں کی صحبت پائے......نہ کوئی ظاہر میں اُس کا مربی ہو بلکہ بچپن ہی میں یتیم ہو جائے......نہ دنیا کی حکومت اُس کے ہاتھ آئے......جس قوم میں پیدا ہوا اُسی میں بڑھے......نگاہ کے سامنے رہے......فقر وفاقہ میں گزران کرے......کوئی اُس کا ساتھ نہ دے...... مذہب جیسے معاملہ میں دفعۃً ایسے زور کے ساتھ دعوی کرے کہ یہ قانون جو میرے برکت والے ہاتھوں میں ہے سچا قانون، اور خدا کا کلام ہے اور میں اُس کا نبی مرسل۔

فصحاے عرب جن کی فصاحت نے ملک میں اپنے سکے بٹھا رکھے ہوں، اور جنھوں نے فخریہ طور پر اپنے سات (7) قصیدے کعبے کے دروازے پر- جہاں زمانۂ جاہلیت میں بھی ملک ملک کے آدمیوں کا ہر سال مجمع ہوتا تھا- اس غرض سے آویزاں کیے ہوں کہ ہے کوئی جو اِن کا جواب لکھے۔ وہ اس مقدس قانون کے ایک جملے پر قبل قبول مذہب' عجز وندامت کے ساتھ اپنے قصائد اُتارلیں۔

دولت مند جتھے والے (جو مخالف کے قتل کو بائیں ہاتھ کا کھیل جانیں، خودسری اور آزادی کی وجہ سے قصاص سے بے خوف رہیں) کمیٹیاں کرکے کوشش کریں کہ اس قانون کے رواج کا کامل اِنسداد ہوجائے اور اُس کا مقدس منشا نافذ نہ ہونے پائے۔ پھر ثروت والوں کی ہر تدبیر بے کار ہو، اور اُسی کے قانون کا رواج و اِعتبار ہو۔ اس مجموعی حالت پر بے تعصّبانہ غور کرنے سے کیا منصف طبیعتیں **اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهد ان محمّدا رسول اللّٰه** نہ کہہ اُٹھیں گی۔

اِسلام کی کتاب

اسلام کی بنیاد قرآن پر رکھی گئی ہے، اور قرآن کا کلامِ الٰہی ہونا خود قرآن سے ثابت کہ فرماتا ہے :

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ٥ (سورۂ بقرہ:۲/۲۳)

اس کی سی ایک سورت تو لے آو!۔

اہل عرب کہ اُس زمانہ میں فصاحت پہ مرتے تھے، انتہا کی کوشش کرتے تھے اس کلام کو سُن کر حیرت زا سکوت میں آگئے۔ ہزاروں فصیح ایمان لے آئے کہ ممکن ہی نہیں کہ یہ کلام غیرِ خدا کا کلام ہو۔ پھر قرآنِ مجید اتنی بڑی کتاب ہونے پر مسلمانوں بلکہ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو اپنے سنِ شعور کو بھی نہیں پہنچتے ہیں، نہ عربی اُن کی مادری زبان ہے، اس شان سے یاد ہو جاتا ہے کہ حرکت، سکون، اَوقاف، جائز، مطلق آیت، آدابِ قراءت وغیرہ وغیرہ بے مطلب سمجھے اُن کی زبان کی نوک پر ہوتے ہیں، اگر یہ کلام کلامِ الٰہی نہ ہوتا تو ان ناسمجھ بچوں کے ننھے ننھے دلوں اور کچے کچے کمزور حافظوں میں اتنی قدرت کہاں کہ اتنی بڑی کتاب اس طرح حفظ کرلیں!۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بچے کہانیاں بہت جی لگا کر سنتے ہیں، اور ایک ایک کہانی کئی کئی بار اُن کے کان تک پہنچتی ہے؛ مگر اُن میں یہ طاقت نہیں کہ وہ چھوٹی سی کہانی باوجود اپنی زبان ہونے اور دلچسپی کے اُسی طرح دوہرا سکیں۔ مخالفین کے یہاں ایسی ایک نظیر بھی دنیا بھر میں تلاش کیے نہ ملے گی، اور ہمارے یہاں ہر شہر میں سینکڑوں حافظ موجود ہیں۔

اِسلام کی عبادت

ہر مذہب میں عبادت کو ایک اعلیٰ رکن خیال کیا جاتا ہے۔ اب مسلمانوں کی عبادت کا دلکش سماں اِنصاف کی آنکھوں سے ملاحظہ ہو تو پاکیزگی اور سنجیدگی کا عالم نگاہ کے سامنے ہو جائے گا۔ اُس کا پہلا رکن پاکی یعنی وضو ہے۔ اُس کی اِبتدا 'اللّٰہ اکبر' یعنی اللہ کی بڑائی سے ہے۔ اور اِنتہا 'السلام علیکم ورحمة اللّٰہ' یعنی سلامتی اور خدا کی رحمت پر۔

ہم اِس مذہبِ مہذب کا شکریہ کسی طرح اَدا نہیں کر سکتے جس نے ہم کو آٹھویں دن گرجا میں سیٹیاں بجانے، تالیاں پھٹکارنے، غیر عورتوں کے ساتھ گانے اور غل مچانے سے روکا اور شوالے میں گھنٹے بجانے، ناقوس پھونکنے، پہاڑوں کے بچوں، انسانی صنعتوں یعنی بتوں کو خدا سمجھنے اور بھوگ لگانے سے منع کیا۔

ہمارے مذہب نے ہم کو ایک خدا کے سامنے سر جھکانے کی ہدایت فرمائی۔ جس مذہب میں عابدوں سے زیادہ معبود ہوں، یا جس میں تین زاویوں والے مثلث کی پرستش ہو، جس کا ایک زاویہ مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و ناتمام چھوڑ جائے (۱)، اُن کی جو حالت ہے اِنصاف پسند اور حق جُو طبیعت پر بخوبی روشن ہے۔

---

(۱) ڈاکٹر سید عبداللہ طارق اپنے مقالہ ''دین حسن کا ایک جائزہ'' میں اس پیرا کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: ان الفاظ کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ عیسائیوں کی عظیم اکثریت تین خداؤں کی قائل ہے یہ تین، عیسائی عقیدے کے مطابق اس طرح ہیں (نعوذ باللہ) باپ یعنی خدا، بیٹا یعنی عیسیٰ مسیح (علیہ الصلوۃ والسلام) اور رُوح القدس۔...... مزید تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جملہ انتہائی ذومعنی اور مشرکانہ عقیدہ پر سہ طرفہ چوٹ ہے اول تو یہ کہ ''روح القدس'' کیا ہے اور کون ہے، اسے عیسائی پادری آج تک واضح نہیں کر سکے۔ ان کی خدائی تثلیث کا یہ وہ زاویہ ہے جو خود ان کے لیے

اِسلام کی تہذیب

پادری اور برہمن جو اپنے اپنے مذہب کے پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں، باوجود مالدار ہونے کے مذہبی طور پر بالعموم شدت سے طامع اور لالچی ہوتے ہیں کہ ان کے مقلدوں کی آمدنی کا ایک معقول حصہ اُن کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ جیتے جی تو جیتے جی، مرنے پر بھی غریبوں کا پیچھا نہیں چھوٹتا۔ نو چا ناچی چلی جاتی ہے۔ ہر خوشی ہر غمی میں بے اُن کے شریک کیے کام نہیں چلتا؛ گویا مذہبی پیشوائی مالِ مفت ڈکارنے کی مشین، اور یہ ممتاز عہدہ بالجبر بھیک حاصل کرنے کا ایک پاس ہے، کہ 'جیو یا مرو، یاروں کا ٹکا ادھر دھرو'۔

اِسلام اپنے علما کو باوصف اِفلاس' طامع ہونے سے منع کرتا ہے۔ نہ اُن کے مقلد مذہبی طریقہ سے مجبور کیے گئے ہیں کہ بے اُن کی شرکت کے یا بغیر کچھ نذر پکڑے کوئی کام انجام نہ پائے؛ بلکہ اسلام نے طمع اور لالچ کے دروازے بہت زور سے بند کر دیے ہیں۔ اور حبِ دنیا کو ذلت کے ساتھ پس پشت ڈال دیا ہے، اور فرما دیا ہے کہ 'دنیا مومن کے حق میں جیل خانہ ہے، ملعونہ ہے، مُردار ہے، اس کے آرزومند اس کے طلبگار مُردارخوار کتے ہیں۔

......بقیہ: معمہ بنا ہوا ہے اور اس لیے الفاظ کی حد تک روح القدس کا نام آتا ہے؛ لیکن عموماً عیسائیوں کی پرستش (نعوذ باللہ) باپ اور بیٹے تک محدود ہے۔ دوم یہ کہ عیسائی عقیدے کے مطابق (نعوذ باللہ) خدا کے اکلوتے بیٹے مسیح کو سُولی پر چڑھا دیا گیا۔

''ایک زاویے کا مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و ناتمام چھوڑ جانا'' میں اسی عقیدہ پر مولانا نے لطیف طنز کیا ہے۔

سوم یہ کہ عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ ''یہ تینوں خدا تین ہو کر ایک ہیں اور ایک ہو کر تین'' اس نا قابل فہم عقیدے کو سمجھانے کے لیے جو طرح طرح کے ناکام جتن وہ کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جیسے ایک مثلث کی تین لکیریں اور تین زاویے ہوتے ہوئے بھی مثلث ایک رہتا ہے ایسے ہی تین خدا ہوتے ہوئے بھی ایک ہی خدا رہتا ہے''

مولانا کا اشارہ اس طرف ہے کہ چاہے عملاً روح القدس کے بے کار رہنے سے یا بیٹے کے سُولی چڑھ جانے سے ہر دو شکلوں میں ایک لکیر یا ایک زاویہ خارج ہو گیا اور اس طرح مثلث والی توجیہ باطل ہوئی۔ (ماہنامہ سنی دنیا، حسن رضا نمبر: ۴۲۔۴۱)

یہاں سے ہر عقل مند خیال کر سکتا ہے کہ جو مذہب اپنے مقلدوں کے پیشواؤں کو لالچی اور طماع بننے کی ہدایت کرے، اور اُن کی آنکھوں پر لالچ کی سنگین پٹی باندھ کر بٹھا دے (جس کے سبب سے وہ راہ دکھانا تو بڑی چیز ہے، بے دوسرے کے سہارے ہدایت کی راہ میں خود دو قدم چلنے کے قابل نہ رہے اور ع: 'بدوز د طمع دیدہ ہوشمند' کے مصداق بن بیٹھے) حق ہونے کی قابلیت رکھتا ہے، یا جس مذہب میں ایسے شیوے، یہ وتیرے ذلت کی نظر سے دیکھے جائیں، قابل نفرین وملامت ٹھہریں، وہ سچائی کی جان اور راستی کی کان ہوسکتا ہے!۔

ہمارے مہذب مذہب نے ہم کو بے غیرتی اور بے حیائی سے بھی باز رکھا۔ نہ مسلمان کھڑے ہوکر دھار لگائیں، نہ مذہبی کتاب کے اَوراق سے چوتڑ پونچھیں، نہ عورتوں کو کھلی سواریوں میں بٹھا کر باغوں کی سیر کریں، اور نہ ان کی عورتیں بھری محفل میں غیر مردوں سے ننگی ہوکر ناچیں، نہ عمدہ پوشاکوں، بیش قیمت زیوروں سے آراستہ ہوکر اپنی خوشی کی تقریب میں بے پردہ گاتی بجاتی، آزادانہ طور پر نکل کر راستہ گیروں کو سڑی سڑی گالیاں سُنائیں۔

(یہ سب) دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ مذہبی احکام ہیں جو عبادت سمجھ کر بے مزاحمت احدے و مداخلتِ دیگرے بے دھڑک اَدا کیے جاتے ہیں، یا مذہب تو روکتا ہے مگر مذہبی پیشوا سونٹھ کی ناس لیے بیٹھے ہیں۔ اگر مذہب نے اجازت دی ہے تو ایسے مہذب اور حیا دار مذہب کا کیا کہنا!، اور اگر مذہبی پیشواؤں نے نظارہ بازی کی طمع یا اس سے بھی بڑھ کر کسی دوسرے شرمناک لالچ سے سکوت اِختیار کرلیا ہے تو ہم اسی قدر کہنا کافی سمجھیں گے کہ مذہبی اَحکام کی اشاعت مذہبی پیشواؤں سے متعلق ہوتی ہے، جب اُن کا یہ حال ہے تو ہدایت کہاں کی!، پیرو بیچارے مارے پڑے۔ پیر خود در ماندہ' شفاعت کس کی کریں!!۔

اِسلام کی حقانیت پر ایک روشن و مضبوط دلیل

قرآن مجید وفرقانِ حمید میں ہمارا خدا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝ (سورۂ الشرح:۹۴/۴)

ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کیا۔

اب دیکھنے والے ٹوپیاں تھام کر رفعتِ ذکر کے علو جاہ کو دیکھیں تمام ملأ اعلیٰ میں انھیں کا ذکر ہے، عالم بالا میں اُنھیں کی فکر ہے، حوروں کی انجمن میں اُنھیں کی یاد ہے، ملائکہ کی محفل اسی یاد سے آباد ہے، معظم اَماکن، مقدس مقامات میں ان کے اوصاف کی دُھوم ہے، کل کائنات سب مخلوقات کو اُن کی وجاہت معلوم ہے۔

یہ امر کچھ بھی تعجب خیز نہیں کہ مسلمان اُن کے ثنا خواں ہیں۔ یہ بات ذرا بھی حیرت انگیز نہیں کہ ملائکہ اُن کی صفت میں تر زبان ہیں۔ سدرہ کے شاخوں پر بسنے والے اُن کی تعریف کیا ہی چاہیں، طوبیٰ کی ڈالیوں پر بیٹھنے والے اُن کا دم بھرا ہی چاہیں، گلشن والے اگر اُن کی یاد میں چہچہائے، یا جنگل والوں نے اُن کے گیت گائے تو اس کا کچھ بھی اچنبھا نہیں کہ یہ مقدس ذکر اُن کی جاں ہے، اور یہ مبارک فکر اُن کی روحِ رواں۔

تعجب کا مقام اور حیرت کی جگہ تو یہ ہے کہ **'وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'** کے زبردست اَثر نے یہاں تک ترقی کی کہ مخالفین سے بھی اَن کہی (ا) کہلوا چھوڑی اور جھوٹ بولنے والی زبانوں اور بد اندیش دلوں سے اپنی مدح کے بول بلوا لیے!۔

(ا) ڈاکٹر سید عبداللہ طارق لکھتے ہیں: ہندوؤں میں بہت سے ایسے راز سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں جن کو مسلمانوں سے حتی الامکان پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ''ان کہی'' ان رازوں میں سے ایک راز ہے۔ ہندوؤں میں جاں کنی کے وقت نزع کی تکلیف سے بچانے کے لیے اسے پلنگ سے اٹھا کر زمین پر لٹا دیا جاتا تھا اور اس کے کان میں ''ان کہی'' کی سرگوشی کی جاتی تھی، ''ان کہی'' کے الفاظ یوں ہیں :

لا الہ ہرنی پاپم الا اللہ پرم پدم
جنم بیکنٹھ پراب ہوتی تو جپے نام محمدم

مفہوم اس کا یہ ہے کہ لا الہ کہنے سے پاپ مٹ جاتے ہیں الا اللہ کہنے سے پرم پد (مقام امامت) حاصل ہوتا ہے، اگر بہشت کی زندگی چاہتے ہو تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا نام جپا کرو۔

ان الفاظ کی برکت سے جان کنی کے مریض کی روح آسانی سے جسم سے جدا ہو جاتی تھی۔ یہ طریقہ اب بھی کہیں کہیں رائج ہے۔ (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی۔ حسن رضا نمبر:۴۳)

اے میرے سچے خدا کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اے سچے رسول کے ظاہر کیے ہوئے سچے اِسلام!

ع: بول بالا رہے عالم میں ہمیشہ تیرا

قاعدے کی بات ہے کہ زمانے میں ہر درجہ کا آدمی مذہب تو مذہب اپنی ہر چیز کو اچھا سمجھتا ہے اور اُس کی تعریف کرتا ہے مگر حقیقت میں چیز وہ اچھی ہے جسے دشمن بھی اچھا کہیں

ع: **والفضل ما شهدت به الاعداء** [۱]

میں بڑے دھوم دھامی دعوے سے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ دنیا بھر کے مذہبوں میں یہ دولت صرف میرے پیارے مذہب اِسلام ہی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ اس کی آفتاب سے زیادہ روشن حقانیت نے دوسرے مذاہب کی طرح 'اپنے منہ میاں مٹھو بننا' پسند نہ کر کے اپنے بد گویوں سے اپنی مدح وثنا کہلوالی، پھر وہ بھی کھلے کھلے اَلفاظ میں ایسی تفصیل کے ساتھ کہ باید و شاید!۔

اِسلام کی تعریفیں اُس کی عبادات، اُس کے معاملات، اُس کے پیشواؤں، اُس کے پیروؤں وغیرہ وغیرہ کی مدح سرائیاں؛ غرض اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آتی، اور حقانیت اسلام کی زبردست شوکت اپنی دلکش تجلیاں دکھاتی ہے۔

میں اپنے باوقعت اور بالکل سچے دعوے کے واسطے 'مشتے نمونہ از خروارے' چند گواہ پیش کرتا ہوں۔ اگر اس قسم کے شواہد جمع کرنے میں تھوڑی سی کوشش کی جائے تو یقیناً ایک دفتر تیار ہو جائے۔ **وباللّٰہ التوفیق وھو خیر رفیق .**

[۱] اصل فضیلت وہ ہوتی ہے جو دشمن سے بھی خود کو منوالے۔

اِنتخاب لکچر پادری ایزک ٹیلر (۱)—مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور۔

(ص ۱۷) جو شخص مذہب اِسلام قبول کرتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اسی مذہب کا ہو رہتا ہے، اور اُس کی گرفت بڑی مستحکم ہوتی ہے، عیسائی مذہب کی گرفت ایسی مستحکم نہیں ہے۔(۲)

......(چند سطر بعد)......عیسائی مذہب کا نمبر حد سے چڑھا اور بہت ہی بڑھا ہوا ہے؛ لیکن اسلام نے دنیا کے مہذب بنانے میں عیسائی مذہب سے زیادہ کام کیا ہے۔

مولف: اس کے بعد پادری صاحب اسلام کی وجہ سے جو اوصاف مسلمان ہو جانے والوں میں پیدا ہو جاتے ہیں بیان کرتے ہیں اُن میں سے دو وصف نقل کیے جاتے ہیں جو نہایت قابل لحاظ اور ایک سچے انصاف کے ساتھ دیکھنے کے قابل ہیں۔

(ص ۱۸) بے حجابی کے ساتھ ناچنے کودنے اور علانیہ زن و مرد کے ہم صحبت ہونے کی عادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔عورات کی عفت کا ایک وصف خاص کے طور پر خیال کرتے ہیں......(چند سطر بعد)......ہم نے لکھوکھا (یعنی لاکھوں) اور کروڑہا روپیہ اور بے شمار جانیں افریقہ میں تلف کرا دیں، اور اُس کے معاوضہ میں بہت کم ایسی باتیں ہوں گی جن کو ہم پیش کر سکیں تو عیسائیوں کا شمار ہزاروں میں کیا جا سکتا ہے اور نو مسلموں کا حساب لاکھوں کے ذریعہ سے لگ سکے گا۔ یہ بڑے بے ڈھب واقعات ہیں جن کا جواب دینا مشکل ہے اور اُن سے تجاہل کرنا سخت جہالت ہے۔

(ص ۱۹) اِسلام میں عملی طور پر اُخوت کا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں۔یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جس کو دیکھ کر منہ میں پانی چھوٹنے لگتا ہے۔

---

(۱) Isaac Taylor[1829-1901]
ایزک ٹیلر کے اس لیکچر کا کچھ حصہ انگریزی رسالہ ''Victorian Studies'' کے Autumn 1989 میں بھی شائع ہوا۔آن لائن انسائیکلوپیڈیا ''وکی پیڈیا'' کے مطابق ایزک ٹیلر نے یہ لکچر ۱۸۸۷ء میں دیا۔

(۲) حاشیہ ص 39......[۱] وہی بات ہے جو ہرقل عالم بادشاہ نصاریٰ نے حضرت ابوسفیان سے کہ اُس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حالات دریافت کر کے کہی تھی کہ تم کہتے ہو کوئی اُن کے دین میں جا کر نہیں پھرتا۔ایمان کا یہی حال ہے جب وہ دل میں گھر کر لیتا ہے۔ ۱۲ مولف

(ص ۲۱) پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کا اخلاق ہمارے اخلاق سے بڑھا ہوا ہے۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا پرہیزگاری خیرات ، راستی ، باہمی اُخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام اک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں جس کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لیے بہتر ہو۔ اسلام نے شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری ان تینوں برائیوں کو۔ جنھوں نے عیسائی ملکوں کو بالکل ذلیل وخوار کررکھا ہے۔ یک قلم موقوف کردیا۔

انتخاب لکچر ڈاکٹر جی ڈبلیو لائیٹنر ۔مطبوعہ رحمانی پریس لاہور۔

(Dr. G.W.Leitner 1840-1899)

(یہ لیکچر انگلش مین اَخبار مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۷۹ء میں چھپا)

صفحہ نمبر ۳، میں عیسوی موسوی مذاہب کا ذکر کر کے لکھا :

یہ دونوں مذہب دین اسلام کے زینے [۱] ہیں اور جس مذہب کی تعلیم حضرت نے کی وہ اُس کی بلندی کی کامل انتہا ہے۔ ہم بھی اسی تلاش میں سرگرداں رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ احکام الٰہی کی پوری تعمیل کریں۔ خدا کو اپنے روزانہ کاروبار میں ہر وقت حاضر وناظر سمجھیں؛ تاکہ ہم کو امن حاصل رہے جو فہم و اِدراک سے مبرا ہے، اور قضائے الٰہی کے تابع رہیں؛ لیکن مسلمانوں میں یہ عقیدہ بڑھتے بڑھتے اُن کی مذہبی عمارت کا وہ پتھر بن گیا۔[۲] جو ٹھوکر کھانے والے کونے پر نکلا رہتا ہے۔

---

[۱] یعنی جو قدیم سے ان مذہبوں پر ہو جب نظر انصاف سے غور کرے کہ موسوی وعیسوی دین کی اصلی سچائی (جو بعد کی آمیزشوں سے پاک ومنزہ ہے) کیا چاہتی ہے، تو صاف صاف جان لے کہ جو وہاں تمنا وخواہش ہے، اسلام میں حاصل ہے۔ اسلام ہی سچا دین کامل ہے، لاجرم اسے قبول کرے اور اگر کوئی دہریہ' دہریت یا مشرک' شرک کی برائی سے بیزار ہو کر کسی ذریعہ سے یہودی یا نصرانی بنے اور ابھی تلاشِ حق اُسے باقی ہو تو انھیں زینوں سے اسلام تک رسائی ہو جیسا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے واقع ہوا۔

[۲] یہ پتھر ایک معمولی ہوتا ہے کہ بہت افراط اور ارزانی سے پایا جائے اسی طرح مسلمانوں میں یہ عقیدہ ہے جس کی تمنا اور مذہب کے عقلا کرتے ہیں اور نہیں ملتا۔ ۱۲ مؤلف

......(چند سطر بعد)......اپنے عیسوی اور موسوی مذاہب کی پوری واقفیت سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) نے اپنے مذہب کی بنیاد صرف دوسرے مذہبوں کی نقل کرنے، یا اُن کے عمدہ مسائل چن لینے ہی پر نہیں قائم کی؛ بلکہ اگر خداوند کریم کے پاس سے اِلہام آنا برحق ہے تو آپ کا مذہب الہامی بھی ضرور تھا۔ میں نہایت اَدب سے اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر نفس کشی، کاروبار میں راست بازی، اپنی تبلیغ پر پکا بھروسا، زمانے کی قباحتوں میں حیرت انگیز عبور، اُن کے دفع کرنے کے واسطے اچھے ذریعے حاصل کرنا اور اُن کا عمدہ طور پر کام میں لانا الہام کے ظاہر آثار ہوں تو حضرت محمد (ﷺ) کا مشن بے شک الہامی تھا۔

(ص۴) آپ کے اس خیال نے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مذہب کی برکتیں میری ہی قوم تک محدود نہ رہیں بلکہ دنیا بھر میں پھیل جائیں، کروڑوں بنی نوعِ انسان کو مہذب اور شائستہ بنا دیا۔ اگر آپ ہمدردی کو دخل نہ دیتے تو یہ سب لوگ وحشی کے وحشی رہ جاتے، اور اُن میں وہ اخوت قائم نہ ہوتی جو اسلام نے فطری اور عملی طور پر کر کے دکھا دی۔

(ص۵) ظاہراً مسلمانوں کی مقدس کتابوں میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندیوں کے واسطے ضروری ہدایات موجود ہیں، چونکہ وضو' نماز سے قبل کیا جاتا ہے؛ اس لیے اس مسئلہٴ صفائی پر -کہ صفائی خداشناسی کا آسان ذریعہ ہے- مسلمان عملی طور پر پابند ہیں۔

(ص۶) زکوٰۃ دینے والے کو اس غرض سے کہ خدا کے نزدیک بھی وہ مقبول ہو جائے، یہ ثبوت دینا ضروری ہے کہ وہ رقم اُس کے قبضے میں بطریق جائز آئی ہے۔

(ص۷) شراب، خنزیر، غیر ذبیحہ گوشت کی ممانعت اور اُن اشیا کے جدا کر دینے کے احکام جن کا رہ جانا باعث نقصان ہے مسلمانوں پر تکلیف دہی کی غرض سے نافذ نہیں کیے گئے ہیں بلکہ جسمانی و روحانی فائدہ رسانی کے لیے جاری ہوئے ہیں۔

(ص۸) جماعت اسلامی کا خاموش سکوت اور قاعدے سے نماز کے مختلف ارکان ادا کرنا دلوں کو عبادتِ الٰہی کا جو سماں دکھاتا ہے اُس سے بڑھ کر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ انگریز لکیر کے فقیر بننے پر معترض ہوتے ہیں؛ لیکن اکثر منشاے اصول چھوڑ کر وہ خود رسم و رواج کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ فی الحقیقت انگریزوں کی چھان بنان صدہا خرابیوں کی جڑ ہے۔

......(اور اسی صفحے پر)......ہم نہیں سمجھ سکتے کہ قوانین' ہدایت عامہ کے واسطے موضوع ہوئے

ہیں اور اُن کی عبارت ہم پر حاوی نہیں ہے بلکہ ہم اُس پر حاوی ہیں؛ کیونکہ جو معنی چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں، جو بمقابلہ اصل عبارت کے زیادہ تر قابلِ لحاظ ہوتے ہیں۔ ہماری برائے نام خیرات، ہمارا مغلق مذہب اور ہمارے مکلّف قواعد، مشرقی جیتے جاگتے شاعرانہ اور خیالی اعتقادات سے-جن کو ہم نے اختیار کرلیا ہے- بالکل برعکس ہیں۔ اگر محمدی اُصول پر مغربی سوسائٹی کی بنیاد قائم کی جائے تو یورپ سے سوشیانسٹ [۱] اور نہلسٹ [۲] فرقوں کا نام مفقود ہو جائے؛ کیونکہ بخلاف ہماری تہذیب کے اسلام نے قناعت کے برعکس تعلیم نہیں دی۔

(ص۹) ہندو اور عیسائیوں کی شادیوں کا طریقہ اصطباغی ہونے کی وجہ سے نکاح کا تقدس اس قدر معلوم نہیں ہوتا جتنا کہ مسلمانوں کے یہاں معلوم ہوتا ہے۔

(ص۱۰) مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ بھی پس و پیش نہیں ہے کہ اہل اسلام اپنے خاندان پر مہربانی اور علمائے دین کی عزت، بزرگوں کی تعظیم، مسافروں کی ہمدردی اور بے زبان مواشی (مویشی) پر رحم کرنے میں عیسائیوں کے واسطے نمونہ ہیں۔

(ص۱۱) خوش قسمتی سے ہم کوئی قصہ کہانی نہیں لکھتے ہیں، بلکہ تاریخ کی رُو سے ایسے شخص کے حالات قلم بند کر رہے ہیں جس کا ہر قول فعل حدیث (مجموعہ روایات) میں موجود ہے، جو قرآن (مجید) کے بعد مسلمان کا ہدایت نامہ ہے۔ ان احادیث کی صحت کی کامل تحقیقات کی جاتی ہے، اور اگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فلاں حدیث آپ کے کسی خاص صحابی کی زبانی سُنی تو وہ مجموعہ احادیث سے خارج کر دی جاتی ہے اور پھر یہ بحث ہوتی ہے کہ محدثین نے اس کو کہاں سے پایا، ہمارے خداوند یسوع مسیح کے قول و فعل کی تحقیقات کے واسطے اس طرح کا کوئی طریقہ مقرر نہیں ہے۔

(ص۱۴) اِسلامی ملکوں میں نہ تو ٹیورن، قمار خانے اور کسبیوں کے چکلے ہوتے ہیں اور نہ وہاں طوائفوں کے ایکٹ جاری کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اُن کے روزمرہ کی گفتگو اکثر یورپین سے زیادہ مہذب ہوتی ہے۔

[۱] یہ فرقہ' یہ اُصول رکھتا ہے کہ ہر شخص کے پاس جائداد بحصہ ءمساوی ہونی چاہیے۔ حاکمی محکومی فضول چیزیں ہیں۔

[۲] اس فرقہ کا منشاے اصول بھی فرقۂ بالا کے قریب قریب ہے۔ یہ بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں پابندی کسی کی نہ رہے کوئی بادشاہ ہو نہ کوئی حاکم۔

اِنتخاب منقولات کتاب 'رِوائزڈ فیتھ آف اِسلام'

(Revised Faith of Islam)

-مصنفہ: ڈبلیوایچ مسٹرعبداللہ کوئیلیم، مطبع اِسلام، آگرہ-

(W.H.Abdullah Quilliam 1856-1932)

دیوڈار کوھارٹ : مذہب اِسلام میں نہ تو نئے نئے قواعد اِختراع ہوتے ہیں اور نہ اُس میں نیا اِلہام ہوتا، ہے اور نہ کوئی نیا حکم ہوتا ہے، اور نہ کوئی امامت ہوتی ہے، اُس میں ایک مجموعہ قوانین واسطے ابنائے جنس اور ریاست کے ہے، جس کا عمل درآمد بہ پابندی مذہب ہوتا ہے۔

(ص۱۵،۱۶) **جوزف تامسن**، سیاح افریقہ از اخبار ایدانبرا : مجھے بمقابلہ آپ کے اور نامہ نگاروں کے مشرقی وسطی افریقہ کا زیادہ تجربہ ہے۔ میں دلیرانہ بیان کرتا ہوں کہ اس حصے میں بردہ فروشی اس وجہ سے مروّج ہے کہ وہاں دین اسلام کی تلقین نہیں کی گئی، اگر دین اسلام وہاں ہوتا تو یہ رسم بھی وہاں مسدود ہو جاتی۔

(ص۴۳) **جون ڈیون پورٹ** کا قول کتاب 'محمد اینڈ قرآن' سے : تواریخ صحیح کے دیکھنے سے آنحضرت (ﷺ) کی وہ نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں کہ بمقابلہ جن کے مریسی پریڈو فریڈرک شلیگل وغیرہ کی متعصّبانہ تحریر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(ص۴۶) **ٹامس کار لائل** : جب تم ایک دفعہ اچھی طرح سے قرآن کو پڑھ لوگے تو اصلی صورت اُس کی خود بخود تم کو نظر آنے لگے گی، اور یہ خوبی اُس میں ایسی ہے کہ عالمانہ تصانیف میں نہیں آسکتی۔ جو کتاب دل سے نکلی ہو گی وہی دلوں میں سرایت کرے گی۔ اُس کے آگے مصنّفین کے تمام صنائع بدائع ہیچ ہیں۔ اصلی خوبی قرآن کی اُس کا جُوں کا تُوں ہونا ہے جیسی (۱) یہ کتاب

---

[۱] کیسا کھلا اقرار ہے کہ توریت وانجیل وزبور بدل گئیں جیسی اُتری تھیں اُن کا نشان باقی نہیں۔ منصف کے لیے ایک یہی نکتہ قرآن کی حقانیت کے لیے کافی ہے۔ قرآن عظیم میں اگلی کتابوں کی نسبت فرمایا: بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ (سورۂ مائدہ:۵/۴۴) اُن کی حفاظت اُن کے عالموں کے ذمہ رکھی گئی تھی۔ اُن سے نہ ہو سکی بلکہ خود اُنھیں نے اللہ کے کلام بدل دیے۔ جز کے جز لکھے اور مقدس کتابوں میں ملا دیے کہ یہ اللہ کے پاس سے ہیں، وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ. حالانکہ وہ ہرگز خدا کے پاس سے نہیں......

بقیہ حاشیہ......**فَوَيۡلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكۡسِبُونَ** o (سورۂ بقرہ:۲/۷۹)
خرابی ہے اُن کے لیے اُن کے ہاتھوں کے لکھے سے، اور خرابی ہے اُن کے لیے اُن کی کمائی سے۔
بخلاف قرآن عظیم کہ اُس کی حفاظت اللہ عزوجل نے کسی کو سپرد نہ کی خود اس کی نگہبانی کا وعدہ فرمایا
: **اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُونَ** (سورۂ حجر:۱۵/۹) بے شک ہم نے اُتارا قرآن، اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔
دیکھو کیسا آفتاب سے زیادہ روشن سچا وعدہ ہے، تیرہ سو برس سے زیادہ گزرے آج تک وہ ویسا ہی ہے، گویا ابھی اُترا ہے، اور اگر تیرہ کروڑ برس گزریں تو ایسا ہی رہے گا۔ اگر تمام جہان اکٹھا ہو کر اُس کا نقطہ بدلنا چاہے، ہرگز قدرت نہ پائے۔ دنیا عالم اَسباب ہے، قدرت ازلی یہاں ہر بات کے لیے ایک سبب پیدا فرماتی ہے۔ حفظ الٰہی نے دربارہ قرآن ان ظاہری پیرایوں میں جلوہ فرمایا کہ قرآن کا یاد کرنا آسان کیا جیسا کہ فرماتا ہے:
وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ o (سورۂ قمر:۵۴/۱۷)
بے شک ہم نے آسان فرما دیا ہے یہ قرآن یاد کرنے کے لیے، سو ہے کوئی یاد کرنے والا۔
پھر اُس کے حفظ کی طرف متوجہ کیا، کوئی بتا سکتا ہے کہ کتنے کروڑ بندے خدا کے حافظ قرآن مجید ہوئے اور ہمیشہ ہوتے جاتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ **حَتّٰى يَأتِيَ اَمۡرُ اللّٰهِ**.
ہر گلی کوچہ میں اس کی تلاوت، اس کے دور، اور اس کے حفظ کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ جس شہر قصبہ گاؤں میں چاہو، جوان بوڑھے بچے اُس کے حافظ پاؤ۔ اگلی کتابوں کا ایک بھی کوئی حافظ نہ ہو سکا؛ یہاں تک کہ اُس کا حفظ ہونا انبیا کا معجزہ گنا جاتا۔
یہ ظاہر باہر نشانیاں ہیں جنھیں ماننے پر منصف مخالف مجبور ہیں؛ مگر عجب ہے آج کل کے بعض نئی روشنی والوں سے کہ بائبل کو بھی جوں کا توں مان رہے ہیں، اُس مجموعہ کو کلام خدا کہتے ہیں حالانکہ اُس میں پولس کے خط، بطریق کے مکتوب، یوحنا کے نامے، یہوداہ وغیرہ کی چٹھیاں بھری پڑی ہیں۔ پھر مسیح کا معاذ اللہ لعنتی ہونا (پولس کا خط گلتون کو باب ۳ ورس ۱۱ تا ۱۳) شریعت کا ایمان سے کچھ نسبت نہ رکھنا، شریعت سے راست بازی نہ ملنا، خداوند کا پچھتانا اور تھکنا (برسیانی کی کتاب باب ۱۵ ورس ۶) خدا کی دو جوروں کا زنا کرنا اور اُن کا نہایت شرمناک بیان (خرقی ایل کی کتاب باب ۴۳) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ اوریا کی جورو سے زنا کرنا (سموایل کی کتاب باب ۱۱) لوط علیہ السلام کا معاذ اللہ اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کر کے حاملہ کرنا (پیدائش کی کتاب باب ۱۹ ورس (۳۱ تا آخر) خدا کا روٹی اور گوشت کھانا (ایضاً باب ۱۸ تا ورس ۸) مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کا معاذ اللہ اولاد زنا کی نسل سے ہونا (متی کی انجیل باب پہلا مع پیدائش کی کتاب باب ۳۸ ورس ۱۳ تا آخر باب) وغیرہ وغیرہ وہ شرمناک فواحش بھرے ہیں جنھیں سُن کر کوئی عاقل کلامِ الٰہی نہیں کہہ سکتا۔ ۱۲ مؤلف

صاحبِ کتاب کے منہ سے نکلی تھی، وہی ہے۔قرآن کے تمام مطالب بلاتصنع ہیں۔اس کو میں کتاب کی خوبی جانتا ہوں اور صرف یہی خوبی کتاب کے لیے کافی ہے، اور اسی ایک خوبی سے سب قسم کی خوبیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

(ص ۴۷) **سر ولیم میور** : اس احکم الحاکمین یعنی ذات باری کے وجود ثابت کرنے کے لیے اور انسان کو مطیع اور شکر گزار بنانے کو اس کی بادشاہت کا دعویٰ قائم کرنے کی غرض سے قرآن میں دلائل بھرے پڑے ہیں،

جن کو اس کی شان رزّاقی اور قدرت سے مستخرج کیا ہے، آنے والی دنیا میں برائی اور بھلائی کا عوض ملے گا اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی ضرورت اور مخلوق کی خوشی اور فرض یہی ہے کہ خالق کی اطاعت اور پرستش کرے اور اس قسم کے اور مضامین قرآن میں خوبصورتی اور زور شور سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی زبان میں حقیقی [۱] شاعری بکثرت ہے، اسی طرح سے روز حشر کا عقل کے موافق ہونا بہت سے قوی خیالات کے ذریعہ سے سکھایا گیا ہے، اور خاص کر کے اُس تشبیہ کے ساتھ جنوبی ممالک میں محض دل پر نقش ہو جاتی ہے یعنی کہا گیا ہے کہ دیکھو ہم نے اس زمین کو جو مدت سے خشک اور مُردہ تھی یکا یک آسمان سے دھواں دھار مینہ برسا کر کس طرح زندہ کر دیا ہے، پھر ہم کو آدمی کا مار کر جلانا کیا مشکل ہے!۔

(ص ۴۷) **واشنگٹن اردنگ** : قرآن کے اصول خالص، اعلیٰ اور مہربانی سے پُر ہیں۔

(ص ۴۷) **مُورخ گبن** : بحر اطلانطک سے دریائے گنگا تک قرآن قانون کی اصل مانا گیا ہے، صرف مذہب کا ہی نہیں بلکہ دیوانی اور فوجداری مقدمات بھی اُسی سے فیصل ہوتے ہیں ،اور انسان کے افعال اور مال کے معاملات خدا کی غیر مبدل منظوری سے انتظام پاتے ہیں۔

(ص ۴۸) **ایـنـڈ مـنـڈ بـرک** : مسلمانی قانون نے بادشاہ سے لگا کر فقیر تک سب کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ایسا عقلمندانہ، عالمانہ، روشن ضمیر، انتظامی قانون آج تک دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

---

[۱] یعنی دلکش فصاحت، دل رُبا بلاغت، جانفزا شیرینی، شورانگیز نمکینی، جسے اس قائل نے اپنی زبان میں حقیقی شاعری سے تعبیر کیا اور حقیقی کہہ کر خود بھی شاعری معروف سے متعالی کر دیا۔ ۱۲ مؤلف

(ص۵٦) **جیمس مانٹگمری** : نماز، روح کی حقیقی خواہش ہے، چاہے وہ پکار کر پڑھی جائے، یا آہستہ آہستہ......نماز ایک پوشیدہ آگ کی حرکت ہے جو دل میں بھڑکتی رہتی ہے......نماز ایک وزنی آہ اور ایک گرتا ہوا آنسو اور آنکھ اُٹھا کر آسمان کے خدا کی طرف دیکھنا ہے جس وقت کہ کوئی آس پاس نہیں ہوتا......نماز ایک سیدھی سادی معصوم بچوں کی سی گفتگو ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کی مناجات ہے جو سیدھی آسمان پر خدائے ذوالجلال کے پاس پہنچ جاتی ہے ......نماز ایک پشیماں گنہگار کی آواز ہے جسے اُس کی ہر اَدا سے پیدا ہونا چاہیے، اُس وقت فرشتے خوش ہو کے خدا کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک! دیکھ وہ نماز پڑھ رہا ہے......نماز مسلمانوں کی روح رواں ہے......نماز مسلمانوں کے لیے وطن کی ہوا ہے، اُن کے مرنے کے بعد بہشت کی کنجی ہے، وہ اسی سے بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(ص۵۹) **لین** : مسلمانوں کی جماعت کی نماز میں حد سے زیادہ سنجیدگی اور تہذیب برتی جاتی ہے، وہ نماز میں کوئی ناشائستہ حرکت یا بدتہذیبی کی بات نہیں کرتے، اور بالکل اپنے خالق کی عبادت میں محو معلوم ہوتے ہیں، اُن کے چہرے سے ریاکاری یا جبر نہیں معلوم ہوتا۔

(ص٦٠) **باسورتھ اسمتھ** : خدا کی قدرت سے آنحضرت (ﷺ) میں تین (3) باتیں جمع ہیں: آپ ایک قوم اور ایک سلطنت اور ایک مذہب کے بانی ہیں، جس کی نظیر تاریخ میں کہیں ملتی ہی نہیں۔ آپ خود ناخواندہ تھے، نہ پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے، اس پر بھی آپ کی کتاب میں شاعری[۱] اور مجموعہ قوانین اور عام نماز اور مسائل مذہبی سب موجود ہیں۔ اور روے زمین کے انسانوں کا چھٹا حصہ اسے پاکیزگی، عبادت اور عقلمندی اور سچائی کا ایک معجزہ مانتا ہے۔......(دو فقرے بعد)......اور واقع میں معجزہ ہی ہے۔

(صفحہ٦٠) **ایسٹرن چرچ** مصنفہ، ڈین اسٹینلی ص۲۷۹: بلاشک قرآن کے احکامات کا بہت گہرا نقش دل پر ہوتا ہے، ایسا بائبل کا عیسائیوں کے دلوں پر نہیں ہوتا۔

(ص٦۵) **کارلائل** : علاوہ سب باتوں کے میں آنحضرت (ﷺ) کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ آپ بازاری اور بیہودہ گفتگو سے بالکل بری ہیں، اور نہیں چاہتے کہ اپنی حیثیت سے اپنے کو

---

(۱) یعنی اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت وحلاوت و ملاحت وسلاست ونفاست۔ ۱۲ مؤلف

بڑھا کر دکھلاویں (یعنی اپنے کو خدا کہلائیں) آپ سیدھے سادھے بے ساختہ اور اپنی مدد آپ کرنے والے باشندے عرب کے ویرانے کے ہیں۔ نہ تو آپ میں دکھلاوٹ کے لیے غرور تھا، نہ حد سے زیادہ انکسار۔ ہر موقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی آپ ہو جاتے تھے۔ اپنے پیوند لگے جوتے اور چُغّے میں صاف صاف ویسی ہی باتیں کرنے لگتے تھے جیسی شاہانِ فارس یا سلاطین یونان کرتے ہیں، اور جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ بادشاہوں کو ماننا پڑتا تھا۔

-ص ٦٦- (مدح اسلام میں) اُس کے اصول عمدہ ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کی روحانیت ہے۔ بارہ سو برس سے وہ پانچویں حصہٗ دنیا کا مذہب اور عزیز رہنما ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایسا مذہب ہے جو تہِ دل سے مانا جاتا ہے۔ عرب اپنے مذہب کو مانتے اور اُس پر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔

قدیم سے کوئی عیسائی بلکہ شاید حال کے اِنگلستانی پیورٹن بھی اس طور سے اپنے مذہب پر قائم نہیں ہیں جیسے مسلمان اپنے مذہب پر ہیں۔ وہ اپنے مذہب کو پورا پورا مانتے ہیں، اور وقت اور ابدی زندگی کا مقابلہ اُس کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں۔ آج کی رات بھی قاہرہ کی سڑکوں کا چوکیدار جب کہتا ہے کون

جاتا ہے؟ تو اپنے سوال کے جواب کے ساتھ مسافر سے 'لا الہ الا اللہ' اور 'اللہ اکبر' سنتا ہے۔ اسلام ان کروڑوں کالے آدمیوں کی روح اور روزمرّہ میں سمایا ہوا ہے۔

(ص ٦٦) **ڈاکٹر مارکس ڈوڈس** : دو اعلیٰ درجہ کی خوبیاں مسلمانوں میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ عیاں ہیں، اُنھیں اپنے خدا کے اقرار میں ذرا تأمل و خوف نہیں ہوتا اور یہ بڑا مسئلہ [۱] اُن کے عمل میں ہے کہ خدا کی عبادت مندروں (مسجدوں) یا کسی خاص جگہ کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

---

[۱] الحمد للہ! یہ وہی دولت و نعمت ہے جو پہلے اہل کتاب کو دی گئی تھی، اُنھوں نے خود ہی رد کر دی اور کریم کی عطا آپ ہی پھیر دی۔ اُس کرم والے ذوالجلال نے وہ نعمت ہمارے لیے رکھی جسے اب اُن کے منصف دیکھ دیکھ کر اشک حسرت بہاتے ہیں مگر انصاف کریں نہیں، نہیں توفیق پائیں تو حسرت کا کوئی محل نہیں۔ یہ نعمت نکل نہ گئی، موجود ہے، کیوں نہ اختیار کریں۔ سچے دین اسلام کو جہاں ایسی ایسی خوبیاں بے گنتی ہیں۔ **والحمد للہ رب العلمین**......

بڑی عزت ہے اُن نماز پڑھنے والے آدمیوں کی جن کی مسجد اُنھیں کے ساتھ ہر جگہ رہتی ہے جو شادیوں کے وحشیانہ شور میں، جنگ کے نہایت شدید انتظام میں، چلتے ہوئے جہاز پر، بھیڑ بھاڑ کے بازار میں، اجنبی ملک میں چاہے کتنا ہی مختلف ہو پہنچ سے، اُن کے خیالات، اُن کے طریقوں اور پوشاک یا گفتگو کے وہ خاموشی سے اپنی جانماز بچھالیں گے اور مکہ کی طرف اپنا عاجز منہ کرلیں گے، گویا تمام دنیا کی طرف سے اندھے ہوگئے ہیں اور ہر آواز کی طرف سے بہرے ہیں جو دل کو اُچٹاتی ہو، سادی زبان میں خدا کی حمد کرتے ہیں، دل سے اُس کے حضور میں مناجات کرتے ہیں اور نماز کے وقفوں میں اس طور سے ٹھہرے رہتے ہیں گویا اُس کی عظمت میں محو ہیں۔

منتر -ص ٦٧- : مصنفہ 'ہمارے ہندوستانی مسلمان' ص ١٧٩ : اسلام کی عظمتوں میں ایک عظمت یہ بھی ہے کہ اُس کے مندر (مسجدیں) ہاتھوں سے بنے ہوئے نہیں ہوتے اور اُس کی نماز خدا کی زمین پر اور اُس کے آسمان کے نیچے ہر جگہ ہوسکتی ہے۔

...... بقیہ حاشیہ: سرور القلوب شریف میں فرمایا: امت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعام الٰہی ہوا کہ میں تمہارے واسطے زمین کو مسجد اور طہور کرتا ہوں اور تم پر سکینہ نازل فرماتا ہوں اور حفظ تورات کی قدرت عنایت کرتا ہوں۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم سکینہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کلیسا کے سوا اور جگہ نماز نہ پڑھیں گے اور تورات کی تلاوت دیکھ ہی کر کریں گے۔ ارشاد ہوا قریب ہے میں اسے اُن کے لیے لکھوں گا جو پرہیز گاری کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے، وہ لوگ کہ اُس رسول نبی اُمی کی پیروی کریں گے جسے اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا پائیں گے۔ وہ اُنھیں اچھے کام کا حکم دے گا اور بُری بات سے منع کرے گا اور پاک چیزیں اُن کے لیے حلال اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور اُن سے اُن کے بوجھ اُتار لے گا اور سختیاں کہ اُن پر تھیں دُور فرمائے گا پس جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اُس کی عظمت اور نصرت اور اُس نور کی جو اُس کے ساتھ اُتارا گیا پیروی کی، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں وذلک قولہ تعالیٰ (فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف:٧/١٥٦))۔ ١٢ مولف

اِنتخاب کتاب (اسلام انسان کے حق میں رحمت ہے)

مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور، ص ۲ 'لائف آف محمد' (ﷺ) مصنفہ، سر ولیم میور

ہم بلاتأمل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نے (یعنی مذہب اسلام نے) ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو- جن کی تاریکی مدتوں سے عرب کے ملک جزیرہ نما پر چھا رہی تھی- کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہو گئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد (ﷺ) کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اُصول ہو گیا ہے جیسا کہ حضرت محمد (ﷺ) کے دل میں تھا۔

مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی ہیں، یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیے، بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے برادرانہ محبت رکھیں، یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے، غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیے، نشے کی چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اُس میں پرہیز گاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

(ص ۴) **گبن مورخ** : حضرت محمد (ﷺ) کی سیرت میں سب سے اخیر جو بات غور کرنے کے لائق ہے، وہ یہ ہے کہ اُن کا عظیم وشان لوگوں کی بھلائی اور بہبودی کے حق میں مفید ہوا یا مضر، جو لوگ کہ آنحضرت (ﷺ) کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور نہایت متعصب عیسائی اور یہودی بھی باوجود پیغمبر حق نہ ماننے کے اس بات کو تو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (ﷺ) نے دعوئ رسالت ایک نہایت مفید مسئلے کی تلقین کے لیے اختیار کیا گو وہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ آنحضرت (ﷺ) یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ قدیمیہ کی سچائی اور پاکیزگی اور اُن کے بانیوں یعنی اگلے پیغمبروں کی نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداری کو مذہب اسلام کی بنیاد خیال کرتے تھے۔ عرب کے بُت خدا کے تخت کے رُوبرو توڑ دیے گئے اور انسان کے خون کے کفارے کو نماز روزے اور خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادے طریقے کی

عبادت ہے۔

......(دوفقروں کے بعد)......آنحضرت (ﷺ) نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی روح ڈال دی، آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم ہونے کو روک دیا، قومیں جو کہ مخالف تھیں، اعتقاد میں فرمانبرداری میں متفق ہوگئیں۔ خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلے پر مائل ہوگئی۔

(ص ۷) **جان ڈیون پورٹ**، مصنفہ اپالوجی فاردی محمد (ﷺ) اینڈ قرآن :

اس بات کا خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے، بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن (مجید) میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے، اُس کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرّا ہیں، وہ سب بلا تأمل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا۔

......(دوسطر بعد)......پس ایسے اعلیٰ وسیلے کی نسبت جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اَثر ڈالنے کو پیدا کیا ہے، گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بیہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اُس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اُس مذہب کے عجیب وغریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو بجز اُس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُس پر نہایت دل سے توجہ کی جائے۔

اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کیا ہے اور اُن پر غور کی ہے اُن میں سے بہت ہی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات متردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہوگا۔

(ص ۱۰،۱۱) **ٹامس کارلائیل**، (Thomas Carlyle) مصنف لکچرز آن ہیروز :

اسلام کا عرب کی قوم کے حق میں آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے ہی پہل

اُس کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھے اور جب سے دنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے اور کسی شخص کو اُن کا کچھ خیال بھی نہ تھا اُس قوم میں ایک اُولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے بھیجا گیا اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور ہوگئی اور چھوٹی چیز نہایت ہی بڑی چیز بن گئی۔ اُس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہوگئی۔ عرب کی بہادری اور عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہ ہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر چمکتی رہی۔

......(۲ دوسطر بعد)...... یہی عرب اور یہی حضرت محمد (ﷺ) اور یہی ایک صدی کا زمانہ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں کسمپرس ایک ریگستان تھا مگر دیکھو کہ یہ ریگستان زور شور سے اُڑ جانے والی باروت نے نیلے آسمان تک اُٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا۔

اِنتخاب کتاب مؤیدالاسلام

مصنفہ: جون ڈیون پورٹ (John Daven Port 1789-1877) مطبوعہ مطبع بدالدرجی واقع دہلی

(ص ۱۷) اِس کتاب کی تصنیف سے میری غرض یہ ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے اِلزامات اور بے اِنصافانہ بہتان ہوئے ہیں، اُن کو رفع کروں، اور یہ ثابت کروں کہ آپ فی الحقیقۃ خلق اللہ کے بڑے مربی اور نفع رساں تھے۔

وہ مصنف جنھوں نے تعصب مذہبی کے سبب سے اُس محبی عبادتِ واحدِ مطلق کے شہرے پر داغ لگایا ہے، اُنھوں نے یہی نہیں ظاہر کیا کہ ہم نا منصف اور اُس عدل سے خالی ہیں جس کی اِتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس قدر شد و مد سے تاکید فرمائی ہے بلکہ اُنھوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کی ہے؛ کیونکہ ادنیٰ فکر میں اُن کو یقین ہو جاتا کہ یہ عیسائیوں اور اُس زمانے کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اور اُس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں۔......(ایک فقرے بعد)......

یا بہ تبدیلِ اَلفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کو ایک شارعِ مذہب اور مقننِ ملت خیال کرنا چاہیے۔

(ص ۸) جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھا اور وہ آپ کے بعد کیسے ہو گئے۔ اور علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسئلوں نے کروڑہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت اور ثنا نہ کرنا بہت بڑی بے اِنصافی ہو گی!۔

(صفحہ ۸) اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والوں میں ایک کا بھی نام اس طرح نہیں لیا جا سکتا جس کے وقائع عمری آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور صداقت سے لکھے گئے ہوں۔

(ص ۱۵) آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے، اُن میں سب سے بڑے پادری نے حضرت کو بغور دیکھ کر ابو طالب کو ایک گوشہ میں لے جا کر کہا، اپنے بھتیجے سے خبر دار رہنا اور اُن کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا؛ کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اس پادری کی پیشگوئی بالکل پوری ہوئی۔

(ص ۱۷) آپ کا دل آویز تبسم، عمدہ اور رسیلی آواز، آزادی اور صاف دلی سے بات کرنا ہر ایک آدمی کو۔ جس سے آپ خطاب کرتے۔ متوجہ کر لیتے تھے۔ آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں۔ آپ کی نصیحت جلد مؤثر ہوتی تھی۔ حافظہ خوب تھا۔ خیال بلند پرواز اور دلیرانہ تھا۔ رائے صائب تھی۔ طبیعت دلیر تھی اور آپ کی صاف دلی اور یقین کی نسبت کسی کی رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو، آپ کا اِستقلال، پیروی میں اُس بڑے مطلب کی جس کے واسطے آپ پیدا ہوئے تھے ہر آدمی کی تعریف کو زبردستی اپنی طرف راجع کرتا تھا۔

(ص ۱۷) **ادگبن مؤرخ** : آنحضرت (ﷺ) حسن میں شہرۂ آفاق تھے۔...... (دو فقروں بعد)......لوگ آنحضرت (ﷺ) کی شاہانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور وضع دار تبسم اور بکھری ہوئی داڑھی اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے، تعریف کیا کرتے تھے۔

(ص ۱۸) عبداللہ کے صاحبزادے نہایت عمدہ قوم میں تربیت والے ہوے۔ اُنھوں نے نہایت فصیح عربی کا اِستعمال کیا اور اُن کی طلاقت لسانی اور بلاغت کو اُن کی عقلمندانہ خاموشی نے نہایت ترقی دی۔

(ص ۲۳) یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہلِ خاندان تھے جو آپ کی عادت سے خوب واقف تھے۔ (معاذ اللہ) آپ

........ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور اُن پر بھی یہ..........ضرور ظاہر ہوتا۔[۱]

(ص ۳۸) آپ میں چار (4) صفتیں مجتمع تھیں: آپ بادشاہ اور سپہ سالار اور قاضی اور واعظ تھے۔ سب کو اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ اور جیسے آپ کے معتقدین کو آپ سے ارادت اور محبت تھی ایسی کبھی کسی اور نبی کی اُمتوں کو اُس سے نہیں ہوئی۔ لوگ آپ کی اس قدر عظمت کرتے تھے کہ اگر کوئی چیز آپ کے بدن مبارک سے مس ہوجاتی تو اُس کو متبرک خیال کرتے۔ اگرچہ آپ کو شہنشاہ ہونے سے بھی زیادہ اِقتدار اور اختیار تھا مگر آپ نہایت سیدھی سادی وضع سے بسر کرتے تھے۔

مولف: بارگاہِ رسالت سے سلاطین کے پاس فرامین جاری ہونے کی کیفیت اور فرمانِ عالی کی خدمت میں خسرو پرویز بد بخت کی گستاخیوں کی حالت اور اس کا حاکم یمن کو شہادت پر مقرر کرنا لکھ کر کہتے ہیں:

(ص ۴۶) جب آنحضرت (ﷺ) کو اس بے ادبی کی خبر ہوئی آپ نے یہ کلمات بآواز بلند فرمائے: اللہ تعالیٰ خسرو کی سلطنت اسی طرح پارہ پارہ کردے گا اور اُس کی دعاؤں کو نا مقبول فرمائے گا۔ تھوڑے عرصہ بعد خسرو کو اس کے بیٹے سرسیز (شیرویہ) نامی نے قتل کر ڈالا۔ بدہم (باذان) مع اپنی رعیت کے مسلمان ہوگیا۔...... (چند سطر بعد)...... آنحضرت (ﷺ) کی کامیابی کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت (ﷺ) میں صرف نیکو خصالی اور زور شمشیر ہی مجتمع نہ ہوا تھا بلکہ آپ کے

---

[۱] یہاں 'گبن مورخ' کی عبارت میں سے مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ کی غیرتِ عشق رسول نے نامناسب لفظ کو حذف کردیا ہے۔

کلام میں بھی بہت اثر تھا۔آپ کی ہر ایک بات الہام شدہ معلوم ہوتی تھی اور اہل عرب کے دل پر بڑا اثر پیدا کرتی تھی، اور چونکہ زبان زدِ خواص وعوام ہوتی تھی؛ لہٰذا دُور دُور پہنچ جاتی تھی۔ وہ کتاب جو آنحضرت (ﷺ) نے مشرقی لوگوں پر ظاہر کی وہ بھی بڑے بڑے عمدہ اقراروں سے پُر ہے۔ اُس میں فرمانبرداری کم درکار ہے اور اُس کا صلہ بڑا ہے، اور اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بڑا حاکم ہے، اور ہر چیز کا خالق ہے۔

(ص۵۹،۶۰) **ٹامس کارلائیل**: اس صحرانشین شخص میں صرف سیر چشمی اور صاف باطنی اور بلند نظری ہی نہ تھی بلکہ اور بات بھی تھی آپ نہایت سنجیدہ تھے اور اُن میں سے تھے، جن کا شعار متانت ہے اور جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف باطن خلق کیا ہے اور لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ قواعد قدیم اور روایات پر عمل کرتے ہیں؛ مگر آپ صرف حق پر عملدرآمد کرتے تھے۔ مخلوقات کا راز آپ پر خوب اِفشا تھا اور آپ اُس کے خوفوں اور شان وشوکت سے خوب واقف تھے۔ روایاتِ قدیمہ کی اصل حقیقت اس بات کو آپ سے مخفی نہ کرسکتی تھی، اس طرح کی صاف باطنی فی الحقیقت خدا ہی کی طرف سے محمول ہوسکتی ہے۔ ایسے آدمی کی آواز براہ راست خدا ہی کی آواز ہے۔ آدمی کو بغیر اُس کی تعمیل کیے بن نہیں آتی، اور تمام چیزیں اُس کے مقابل بے اصل ہیں۔

قدیم سے آنحضرت (ﷺ) کے دل میں ہر سفر میں اور ہر جگہ ہزار ہا خیالات رہتے تھے۔ آپ سوال کیا کرتے تھے کہ 'میں کیا ہوں'؟ اور یہ بے انتہا چیز جسے لوگ 'دنیا' کہتے ہیں اور جس میں رہتا ہوں کیا ہے؟ زندگی کیا ہے اور موت کیا ہے؟ مجھے کس بات کا تعین کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے؟۔

جبل حرا اور جبل سنیا کے خوفناک ٹیلے اور صحرا کی تنہائی اور ریت نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور آسمان نے بھی جو مع اپنے ثوابت وسیار کے گردش کرتا ہے، اس کا ہرگز جواب نہ دیا، صرف آنحضرت (ﷺ) کی روح اور اللہ تعالیٰ کے اِلہام کو جو اُس میں تھا جواب دینا پڑا۔

(ص۶۸) اور یہ مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کے اشکال عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا ہے بعد ازاں اُس کے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر فریفتہ ہوجاتا ہے۔

(ص۷۲) ایسے بھی متقی مسلمان ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں ستر ہزار

(70,000) مرتبہ قرآن کو بہ تمام وکمال پڑھا ہے۔

(ص۴۳، ۴۷) قرآن شریف مسلمانوں کا مجموعۂ قوانین عامہ ہے۔ اُس میں قوانین مذہبی اور سلوک باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور فوجی اور ملکی اور سزا دہی سب موجود ہے۔ اور مذہبی رسموں سے لے کر معاملات دنیوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے۔ اور قرآن نجاتِ روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوقِ عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلائق اور نیکی اور بدی اور سزائے دینی اور دنیوی سب چیز پر حاوی ہے؛ لہٰذا قرآن شریف اصل میں انجیل سے بالکل مختلف ہے جس میں کہ 'کون صاحب' کی رائے کے موافق مسائل مذہبی نہیں ہیں بلکہ عمدہ عمدہ حکایات اور تذکرے اور ایسی باتیں کہ جن سے خدا کی یاد اور تہذیب نفسی ہو موجود ہیں؛ مگر ان حکایات میں کچھ ربط ظاہری نہیں معلوم ہوتا۔ قرآن شریف اور کتب آسمانی کی مانند صرف امور مذہبی اور عبادت ہی پر حاوی نہیں بلکہ اُس میں نظم ونسق ملکی کا بھی بیان ہے۔ اسی بنیاد پر سلطنتیں قائم ہیں، اسی میں سے ہر ایک قانونِ ملکی اخذ کیا جاتا ہے اور اس کے موافق ہر ایک تکرار مالی و ملکی فیصل ہوتی ہے آنحضرت (ﷺ) نے اس واسطے کوئی ایسا قانون نہ نکالا جس کے ذریعہ سے علمائے اُمت کو عوام پر بہت اِقتدار حاصل ہو۔ آپ کو خوف تھا کہ مبادا یہ لوگ بھی عیسائی پادریوں کی طرح اپنے ہم مذہبوں اور اُن کی سلطنتوں کو خراب نہ کردیں۔

(ص۵۲) من جملہ محاسن اور خوبیوں قرآن شریف کے جس پر اہلِ اسلام کو ناز کرنا بجا ہے، دو (2) باتیں نہایت عمدہ ہیں: اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اَثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس کی عبارت میں خدا تعالیٰ کی نسبت اُن جذبوں کا مغلوب ہونا نہیں منسوب کیا گیا ہے جو انسان کے واسطے مختص ہیں۔

دوسری تمام قرآن شریف اُن خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جاتے ہیں؛ مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں، حقیقت میں قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اُس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے، اور اگر ہم اُسے اوّل سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے۔

(ص۷۳) وہ مذہب جس کی قرآن شریف نے بِنا ڈالی ہے اُس میں کمال وحدانیت ہے اور اُس میں خدائے تعالیٰ کا مضمون سمجھنے میں کچھ دِقّت و اِبہام نہیں ہے۔

(ص۷۳) سوا اس کے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق اور جس میں کوئی ایسی کُنہ نہیں ہے جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آئے۔

(ص۷۳) اور خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے ماہیتِ اشیا اور اُس زمانہ کی قوموں کی حالت پر خوب غور کر کے یہ مذہب اِیجاد کیا ہے، ایسے مسائل نکالے ہیں جو خلافِ عقل نہیں، اس واسطے کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ اس عبادت نے اہلِ کعبہ کی بت پرستی اور سایائیوں (ہیکل پرستوں یا ستارہ پرستوں) کی پرستش اِجرام فلکی اور زردشتیوں کے آتش کدوں کا اِستیصالِ تامہ کر دیا۔

(ص۷۴) قتل اَطفال جو اُس زمانہ میں قرب وجوار کے ملکوں میں رائج تھا اِسلام کے سبب سے بالکل معدوم ہو گیا۔

(ص۹۰،۹۱) آنحضرت (ﷺ) کے مذہب کی صداقت اس بات سے اور بھی معلوم ہوتی ہے اگرچہ اس مذہب کو نکلے ہوئے ایک عرصۂ دراز منقضی ہو؛ مگر اس میں اور مذہبوں کی مانند خالق کی جائے مخلوق کی پرستش وغیرہ نہ ہوئی، اور اہلِ اسلام نے اپنے وہم اور قیاس کی متابعت نہیں کی، اور خدائے تعالیٰ کی پرستش پر قائم رہے اور اُس کی جائے بتوں کو نہ پوجنے لگے۔

(ص۹۰،۹۱) حقیقت میں یہ مذہب اہل مشرق کے واسطے سرتا پا برکت تھا (اس کے بعد خونریزی پر بحث کر کے کہتے ہیں) لہٰذا یہ بات بالکل بیہودہ اور بیجا ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کے اُس نمونۂ قدرت کی کسرِ شان کریں اور جاہلانہ اُس کی بات میں گفتگو کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے انسان کی رائے اور دل میں اَثر ڈالنے کے واسطے پیدا کیا تھا۔

جب ہم اس تمام مضمون کو خیال کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ نے کیسے عجیب طور سے ظہور کیا اور ترقی پائی تو ہمیں بے شبہہ بہت تعجب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں معلوم ہوتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور عیسائی دونوں کی کتابوں کو پڑھا ہے، اُنھیں بیشک یہ شبہ ہوتا ہوگا کہ کون سا مذہب ان دونوں میں صحیح ہے اور اُنھیں یہ اقرار کرنا پڑتا ہوگا کہ مذہب اِسلام بہت عمدہ مطالب کے

واسطے اِیجاد کیا گیا ہے۔

(ص ۱۴۹) اَب یہ امر یقینی ہے کہ بُت پرستی کا معدوم کرنا اور خدا تعالیٰ واحد مطلق کی عبادت کی ایسی قوم میں بناڈالنا جو نہایت درجہ کی بت پرست تھی اور خدا کو بالکل بھول گئی تھی حقیقت میں ایسا کام ہے جس کے واسطے خدا تعالیٰ نے نبی مقرر کیا ہو۔

(ص ۱۵۹) قرآن شریف میں ہم کہیں یہ نہیں دیکھتے کہ خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسے حکم منسوب ہوں جن کو انسان رحم اور انصاف کے خلاف گمان کرے؛ مگر تورات میں من جملہ اور بہت احکام کے یہ اَحکام بھی لکھے ہیں۔

محبوبِ ذوالجلال کی نعمت میں ہنود کے اَقوال

(از کتاب 'عجیب القصص' معروف بہ شبستانِ عشرت مطبوعہ مطبع نولکشور مصنفہ: منشی بخت سنگھ)

وگلہائے شاداب نعت گوناگوں نثار بارگاہ چمن طراز رسالت کہ ریاض دین بآبیاری رائے جہاں آرایش طراوت تازہ وآب ورنگ بے اندازہ گرفتہ واز ہار تمنائے خار در پاشکستگاں وادی معصیت بہ تنسیم نسیم شفاعتش گل گل شگفتہ۔

سحاب فیض آں دریا دل گرد گناہ از دامن سیہ کاراں درہ گم کردگاں شستہ و بشرطہ لطف آں پاکیزہ گوہر سفینہ تختہ بنداں قعر عصیاں بساحل نجات پیوستہ گل اطاعتش سرافرازاں انجمن معرفت رابرسر واز رائحہ گلزار بدہ تنش مشام دانش ارباب حقیقت معطر۔

گوہر یکتائے ملت درچار سوئے امکان، شش جہت جہان روز بازار از ویافتہ ولوائے والائے شریعت ذات عالی درجاتش درعرصۂ روزگار برافراشتہ وجود فائض جودش باعث وجود کون ومکان و ذات کرامت آیاتش موجب آرائش زمین وآسمان آئینۂ دین بمصقل ضمیر صافیش صفائے نیافتہ کز چہرۂ نجات دراں رونہ نماید وچراغِ اسلام بہ پرتو رائے منیرش فروغے نگرفتہ کہ تا صبح قیامت روشن نباشد۔

خدیو عالم جاں شاہِ لولاک — مقیمانِ درش سکانِ اَفلاک
سوارہ رہ شناس عرصۂ غیب — بساط آرائے خلوت گاہ لاریب
سرانِ ملک عرفاں را سراُو — روانِ قدسیاں خاکِ دراو [۱]

تقریظ کتاب ’گلستانِ مسرت‘ ملقب بہ حدائق المعانی

مطبوعہ مطبع مصطفائی از: منشی رام سہائے عزیز

رنگینی معانی بارتسام نعت معجز بیانی ست کہ مجموعۂ موجودات از نظم شریعتش قافیہ وار انتظام گزیدہ و دیوان کائنات از رباعی چار یار ومنتخب اہل بیتش بردیف احترام رسیدہ وجود جودافزائش فردی ست از بحر کامل عروج وکمال واعضائے بیضا ضیایش ترکیب بندی از بحر وافر وفور جمال لراقمہ

---

[۱] خلاصہ: مدحت ونعت کے گلہائے رنگا رنگ بارگاہِ رسالت کی نذر ہیں جنھوں نے چمنستانِ دین کی ایسی آبیاری فرمائی کہ پوری فضا معنبر معنبر اور مشام جہاں معطر معطر ہوگئے۔ معصیت کیش جو اپنے گناہوں کے باعث تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے جب انھیں بادِ شفاعت کی خنکی ملی تو ان کے چہرے کھل کھل اُٹھے۔ معدن جود وعطا کے فیض وکرم کی ایسی بارش ہوئی کہ گناہوں کی آلودگی میں لتھڑے ہوئے بدن پاکیزہ وشفاف ہوگئے، اور اس طرح انھیں گمراہی کی گھاٹی سے نکل کر ہدایت ونجات کی راہ پر گامزن ہونا نصیب ہوا۔ جنھوں نے اُن کی اطاعت کا قلادہ گلو گیر کرلیا سرفرازی ان کا مقدر بن گئی، دین کی تعلیمات وہدایات نے کائنات کے گوشے گوشے منور کردیے، زمین وآسمان کا مقدر جاگ اُٹھا، دلوں کے بخار وغبار صاف ہوگئے، اور چہرۂ نجات بالکل درخشاں وتاباں ہواُٹھا، کوئی ابہام باقی نہ رہا، اس طرح اسلام کا چراغ اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ چمک اُٹھا؛ ورنہ شاید دنیا صبح قیامت تک نور وسرور کی خیرات کو ترستی رہ جاتی!۔

اشعار: شاہِ لولاک علیہ السلام ہی کائناتِ رنگ وبو کی جان ہیں، ان کی بارگاہِ عالی سے وابستہ حضرات پر فرشتہ ہونے کا شبہہ ہوتا ہے۔ غیب کے بھیدوں پر انھیں خوب اچھی طرح آگاہی نصیب ہے، بلاشبہہ خلوت گاہِ یار میں انھوں نے اپنا بستر جمالیا ہے۔ دنیائے عرفان کے لوگوں کے لیے ان کا ایک اِشارہ بہت ہوتا ہے، ان کے در کی خاک پر اُترنے کو فرشتے اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

بالغی کز بلاغِ فکرت او

گشتہ منظوم خمسۂ اِیماں

نظم حسان ہمین اِحسانش

یافت حسن نظام واِستحساں[۱]

از کتاب ’دستور الصبیان‘ مصنفہ: نوندھ رائے

ونعت متکاثر خبیرے راکہ اِملائے دانش وبینش نکتۂ از خامہ ہدایت اوست

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست   امین خدا مہبطِ جبرائیل

کتب خانۂ چند ملت بشست   امام رسل پیشوائے سبیل [۲]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

---

[۱] خلاصہ: نعت مصطفیٰ رقم کرنے کے لیے اَلفاظ ومعانی اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامانی کا شکوہ کرتے نظرآتے ہیں؛ کیوں کہ کائنات کی ہر چیز شریعت کے حسن نظم ونسق کو اپنے قافیہ کے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ دیوانِ کائنات چار یار اور اہل بیت اطہار کی رباعی سے مہکا مہکا اور ان کے احترام وعقیدت میں جیسے خمیدہ خمیدہ ہے۔ اُن میں کا ہر وجود عروج وکمال کے بحر کامل کا دُرّ یکتا ہے، اوران کے روشن اعضا ہی سے کائنات کے رنگ میں حسن وجمال کی جھلکیاں ہویدا ہیں۔ کسی نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔

اشعار: اگر کوئی فکر اُن کی مدح کا حق اَدا کرنا چاہتی ہے تو اسے یوں کہنا چاہیے کہ وہ (چار یار، اہل بیت) دراصل ایمان کے پانچ ارکان ہیں۔ حسان نے نظمیں کہہ کے ہم پر بڑا اِحسان کیا ہے کہ ان کی برکت سے ہمیں بھی کوئی فکر پیش کرنے کا کچھ سلیقہ ارزانی ہوگیا ہے۔

[۲] ترجمہ: یعنی اہل دانش وبینش کو خوب پتا ہے کہ نعت رقم کرنا کیسا عظیم کام ہے۔

اشعار: ایک درِ یتیم نے آکر لوگوں کو قرآن پڑھنے کا سلیقہ سکھادیا، جو خود راز دارِ خدا اور اور مہبطِ جبرئیل اَمین ہے۔ رسولوں کے امام اور پیشوائے انام نے دنیا کے کسی کتب خانے کی کوئی کتاب بھی ہاتھ نہ لگائی۔

از شاہنامہ اُردو، مصنفہ، منشی مول چند منشی دہلوی

پُر از مشک وعنبر نہ کیوں ہو دہاں
ثنائے محمد (ﷺ) ہے وردِ زباں

وہ ختم رُسل سرور نامور
فلک جس کے آگے جھکاتا ہے سر

سرسروراں ہے وہ عالی جناب
سپہر نبوت کا ہے آفتاب

جہاں جسکے دیں سے ہے روشن تمام
مہ اَنور اُس کا ہے داغی غلام

سرسروراں احمد (ﷺ) مجتبیٰ
رسولِ خدا سید اَنبیا

خردمند دانش ور و بے نظیر
بسیان مہ و مہر روشن ضمیر

سحابِ سخا و محیط کرم
یم جود و خوش خلق عالی ہمم

وہ مہر جہاں تاب اوجِ جلال
وہ سروِسرافراز باغِ کمال

فروغ جہاں نور ایمان و دیں
وہ شمع شبستانِ عین الیقیں

شفیع گناہاں بروزِ جزا
کشایندۂ عقدۂ مدعا

فرازندۂ رایت سروری
درخشندہ خورشید پیغمبری

وہ ہے خاص خاصانِ پروردگار
کہ جس نے کیا دین کو اُستوار

قدم اُس نے معراج پر جب رکھا
تو پایہ بڑھا اور معراج کا

سپہر بریں کے زہے خوش نصیب
ہوا جلوہ گر واں خدا کا حبیب

میسر ہوا جب کہ قربِ حضور
نظر اُس کو آیا وہ تابندہ نور

تجلی کہیں جس کو اہل یقیں
منور ہے جس سے زمان وزمیں

یہ بخشا اُسے پایہ گاہِ رفیع
ہوئے جس کے شاہانِ عالم مطیع

گرامی واشرف ہے انسان میں
غرض اسکی لولاک ہے شان میں

کروں اُس کے اصحاب کا اب بیاں
کہ ہیں صاحب عزت وفخر وشاں

ابوبکر، عثمان والا گہر — عمر اور علی وہ شہِ نام ور
کرے اب جو انصاف کا کچھ بیاں — نہ طاقت قلم میں نہ تابِ زباں
کروں میں سخن کو بس اب مختصر — یہ ہے عرض میری کہ شام وسحر
معین اور یاور ہو یا مصطفیٰ (ﷺ) — میرے دل کا بر لاؤ تم مدعا(۱)
گناہ گار ہوں میں بروزِ حساب — مری کیجیو تم شفاعت شتاب
یہ منشی تمہارا ہے کم تر غلام — کرم اس پہ اپنا رکھو صبح وشام

از دیوان منشی ہر گوپال رائے تفتہ ۔ ردیف نون

جرم بخش ما خدا خواہد شدن
شافع ما مصطفیٰ (ﷺ) خواہد شدن [۲]

از حدائق النجوم، مصنفہ رتن سنگھ زخمی لکھنوی بریلوی

سبحان اللہ! خداوندے کہ بنور نیر جہاں افروز احمدی وفروغ ذات اقدس محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) چراغ ہدایت بروسط السماء شریعت برافروخت واز برق شمشیر آبدار صاحب ذوالفقار قسیم جنت ونار خرمن ہستی مشرکین منحرف از جادۂ حق ویقین پاک سوخت، زہے رسولِ عالی ہمتے کہ گوہر شب چراغ ایمان را از بحرِ ذخار خفا ونہاں برآوردہ، چراغ راہ سالکاں مسالک خداشناسی ساخت، وخمے امام آفتاب شہرتے کہ از وقوع کسوفات محن ومصائب نیندیشیدہ پرتو ضیائے ایمان ویقین

---

[۱] خدا کی شان! یہ اِشعار گواہ ہیں کہ شاعر مذکور کافر تھا؛ مگر ''وہابی'' نہ تھا۔ عجب عجب کہ اللہ کے خلیفۂ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ قدر عظیم وشانِ کریم کہ کفار تک پر ظاہر وروشن ہے، اِن مدعیانِ اسلام سے یوں مخفی رہے!۔ ع: خیرہ ام درچشم بندی خدا۔ ۱۲ مولف

[۲] خدا کرے کہ میرے جرم وخطا معاف ہوجائیں۔ اور مجھے شفاعت مصطفوی علی صاحبہا السلام والتحیۃ سے حصہ نصیب ہوجائے۔

براقمارقلوب مؤمنین انداخت۔[ا]

اللّٰھم صل وسلم علٰی افضل انبیائک و سند اولیائک واٰلھما وعترتھما الطاھرین الی یوم الدین

وبرخاتمۂ کتاب :

اللّٰھم لک نحمد و بک نستعین فصل علی سیدنا محمد واٰلہ الطاھرین .

تاریخ کتاب احیاءالعلوم شریف

مصنفہ: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ ازاں منشی کالکا پرشاد موجدؔ

نام مسمّی رسول حرف چواصحاب داشت
چار مجلد ازاں آمدہ اَرکان علم

تقریظ (تاریخ فرشتہ) مطبوعہ نولکشور ازلالہ موجد مذکور

نقوۂ جیدۂ تحیات نذر شہنشاہِ اقلیم نبوت کہ درم ماہ بقرب سکۂ صولتش دونیم گردیدہ، والقاب طیبہ صلوات نامزد سلطان کشور رسالت کہ گنبد فلک بقرع صدائے خطبۂ شوکتش جنبیدہ وسرعت زمانی لیلۃ المعراج ازکوتاہی شب وصال عاشقان مبرہن وخلوت مکانی 'لی مع اللّٰہ' ازناپسندی رقابت

[ا] خلاصہ: اے خداوند قدوس! تیری قدرت کے قربان کہ ذاتِ اقدس احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِعالم تاب سے آسمانِ شریعت پر ہدایت کا چراغ جگمگا اُٹھا۔ اور صاحب ذوالفقار قسیم جنت ونار کی شمشیر آبدار کی چمک نے جادۂ حق ویقین سے پھسل جانے والے مشرکین سے اس کو بالکل پاک کردیا۔ آفریں ہے کہ رسولِ گرامی وقار علیہ السلام کی علوہمت پر کہ انھوں نے ایمان کے گوہر شب چراغ کو سمندر کی تہوں سے نکال کر طشت از بام فرمادیا۔ (پھر کیا تھا!) سالکین کے لیے خداشناسی کی راہ ہموار ہوگئی، اورآفتابِ نبوت ماہتابِ رسالت کی عظمت وشہرت کی چاندنی مصائب ومحن کی گہنائی ہوئی فضاؤں سے نکل کر مسلمانوں کے قلوب کے اندرجاں گزیں ہوگئی۔

معشوقان مبیں عنکبوت خورشید در کہف گیتی بمقد مش تار شعاعی تناں استگر یزۂ نجوم در مشت آسماں از نبوتش حرف روشن زناں لراقمہ

ز قوسین شق قمروا نمود ☆ کہ اوصاحب قاب قوسین بود
بود مہر پشتش نشان صریح ☆ کہ وصل حدوث وقدم شد صحیح
چو بگذشت از سال وے اربعین ☆ شد اظہار قرب خدا بہر ایں
کہ از میم احمد خرد بگزرد ☆ براند کہ شد متحد با اَحد
مرا گشتہ رازے عیاں در ضمیر ☆ کہ شاہ آید اندر لباس سفیر[ا]

از کتاب خزانۃ العلم

مصنفہ، لالہ کانھجی کایستھ کہ برائے ہنری ڈکلس یوروپین نوشتہ

و صلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین .

از مجربات الحکمۃ ، مصنفہ ہیرالال مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم دہلی

والصّلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

[ا] خلاصہ: تحیات وتسلیمات کی حسین ڈالیاں تاجدارِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں پیش ہیں کہ جن کی عظمت ورفعت کا آوازہ سن کر خود چاند دوٹکڑے ہوگیا۔ اور صلوٰۃ وسلام کے گجرے سلطانِ کشورِ رسالت کی جناب میں نچھاور ہیں کہ جن کی شہرت وشوکت کا خطبہ سن کر خود گنبد فلک حرکت میں آگیا۔ اور شب معراج کی کم سے کم مدت میں لمبا لمبا سفر طے کرکے وصال یار نصیب ہوا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ملاقات کا خصوصی شرفِ خلوت حاصل ہوا............اشعار:
دو قوس دراصل واقعہ شق القمر کے غماز ہیں؛ کیوں کہ آپ (ہی کا لقب) صاحب 'قاب قوسین' ہے۔
پشت مبارک پر مہر نبوت کی علامت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حدوث وقدم کا وصال صحیح ہے۔
جب وہ عمر مبارک کی چالیسویں بہار میں پہنچے تو قرب خداوندی سے فیض یاب ہوئے۔ لہٰذا جب عقل احمد کے میم سے گزر کر آگے بڑھے گی تب اسے اَحد کے ساتھ قربِ خاص نصیب ہوگا۔
میرے ضمیر پر جو راز عیاں ہوا ہے وہ یہی ہے کہ وہی شہنشاہِ دوجہاں' سفیر بن کے جلوہ گر ہوا ہے۔

از جواہر الترکیب، مطبوعہ مطبع مصطفائی مصنفہ لالہ سیورام جوہر (بعد حمد و نعت)

لا الٰہ الّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ ☆ درود لا محدود بر رسول اللّٰہ صلعم[۱] را

از گلزار نسیم، مصنفہ، دیبی شنکر نسیم لکھنوی

کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر　　حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے　　یعنی کہ مطیع پنجتن ہے

از تمہید مثنوی مولانا رومی رضی اللہ عنہ مصنفہ، منشی نولکشور آنجہانی مالک مطبع

دا نگہ بود آئینہ اش مثل قمر　　پر توِ کامل درو شد جلوہ گر
مصطفیٰ شد نام آں بدر الدجی　　مظہر عینیت شمس الضحی
نورِ آل پاک و اَصحابِ کبار　　عکس مہر از آئینہ شد بر جدار[۲]

از کلیات بنواری لال شعلہ مطبوعہ مطبع کایستھ پرکاش علی گڑھ

الٰہی ہو مری ہستی کا عشق سے آغاز ☆ قدومِ ختم رسل پر ہو اِختتام مرا
رہے گا قربِ خدا قافلہ شہیدوں کا ☆ ذرا بہشت میں ٹھہریں گے کربلا کے چلے
وہ چشمے ہیں جو پانی سے کریں سیراب پیاسوں کو
وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غم شبیر و شبر میں

---

[۱] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[۲] بالآخر اس کا آئینہ چاند کی مانند روشن و تابناک ہو گیا، اور اس کے اندر سے پرتو کامل جلوہ گر ہو گیا۔ اُس بدر الدجی کا نام مصطفیٰ قرار پایا، اور وہی درحقیقت منبع شمس الضحیٰ ہیں۔ (آپ کے) آلِ اَطہار و اَصحابِ کبار کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے سورج کا عکس آئینے سے چھن کر دیوار پر پڑ رہا ہو۔

بڑھے گی جب زِیادہ آفتابِ حشر کی گرمی
تری رحمت پکارے گی یہی میدانِ محشر میں

چلے آؤ، چلے آؤ، چلے آؤ گناہ گارو!
ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامانِ پیمبر میں

بے جرم نہیں گرچہ ہے مے خوار و ذلیل
ضامن ہے مرا بھی جو ہے اُمت کا کفیل

موجی رام موجیؔ لکھنوی، از سراپا سخن مطبوعہ نول کشور

محشر کے دن وسیلہ شفاعت کا ہو مجھے
موجیؔ جو ہاتھ آئیں حسین وحسن کے پاؤں

تقریظ 'انشاے صنعت' المعروف بارمغان ہند

تصنیف: بانکے لال نیار بدایونی، مطبوعہ مطبع انوار احمدی بریلی، ازاں لالتا پرشاد کہتر سب انسپکٹر درجہ اول سر دفتر انگریزی پولیس ضلع ہمیر پور

بمعجز بیانی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاے کرام چراغ ہدایت بر عالمیان روشن کردہ، واز برکت اَنفاس ایشاں عماد دین ودنیا را باحسن طرق استحکام فرمودہ۔[۱]

ان مشتے نمونہ اَقوال کے بعد اب مخالفین کی عملی کارروائیوں پر بھی نظر کرلینی چاہیے جو بہت زور کے ساتھ ثابت کردیں گی کہ اسلام اور اُس کے پیرووں اور اس کے مقدس معابد کو وہ لوگ محض

[۱] خلاصہ: اَنبیاے عظام اور اولیاے کرام کی (تعلیم وتربیت وتزکیہ اور) معجز بیانیوں سے ہدایت کا چراغ دنیا کے اندر روشن ومنور ہوا۔ اور انھیں نفوسِ قدسیہ کی برکتوں سے دین ودنیا کا ستون معتدل انداز میں اور عمدہ طریقے پر قائم واُستوار ہے۔

اِسلامی نسبت کے سب سے متبرک جانتے ہیں، اور برگزیدہ مانتے ہیں اگرچہ مسلمانوں سے ہنود سخت پرہیز و اِجتناب رکھتے، اور چھوت کے عجیب وغریب مسئلے پر بہت شدت کے ساتھ کاربند ہیں؛ مگر یہ پابندی اسی وقت تک محدود ہے جب تک وہ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں۔ آفتاب سے زیادہ روشن امر ہے کہ ہنود جب ان کے یہاں کسی بھوت پلید وغیرہ کا (جن کی خوشامد بلکہ پوجا میں وہ رات دن سرگرم ہیں) خلل ہو جاتا ہے تو تعویذ مسلمانوں ہی سے لے جاتے ہیں اور مسلمانوں ہی سے اپنے گھر میں اَذانیں کہلواتے ہیں اپنے معابد (شوالوں) کو چھوڑ کر بچوں کو مساجد کے دروازوں پر نمازیوں سے دم ڈلوانے لاتے ہیں۔

رنجیت سنگھ جو لاہور کا با اختیار راجہ تھا ایسے سخت تعصب پر کہ مسلمانوں کو اَذان دینے سے روکتا، گائے کا گوشت نہ کھانے دیتا، سیدنا و مولانا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف بڑی دھوم دھام سے کرتا۔ **گوالیار کے راج** میں بھی یہ نیاز مبارکہ اور عشرۂ محرم شریف میں شربت وغیرہ کی سبیل ہوتی ہے۔

بڑودے کا گزشتہ راجہ جس سچی عقیدت کے ساتھ گیارہویں شریف کرتا، ظاہر و مشہور ہے۔ یہ نیاز شریف ہندوستان میں بھی اکثر ہنود کرتے ہیں؛ مگر اس کی کیفیت دکن والوں سے کوئی پوچھے کہ ہمارے حضور پُر نور رضی اللہ عنہ کی سرکار میں وہاں ہنود کیسا اعتقاد رکھتے اور کس دُھوم سے یہ پاک نیاز کرتے ہیں، اور کیسی کیسی کرامتیں اُن پر ظاہر ہوتی اور کس کس قسم کی دنیوی حاجتیں (جو دنیا میں کسی سے پوری نہ ہوں) عطا فرمائی جاتی ہیں!۔

دُور کیوں جایئے! ذرا **اجمیر شریف** میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار کی زیارت کیجیے جہاں سینکڑوں ہندو ہاتھ جوڑے گڑگڑاتے، سجدے کرتے، حاضر ہوتے ہیں اور اپنی منہ مانگی مرادیں بارگاہِ سلطانی سے پاتے ہیں۔

میں نے جو کچھ لکھا یہ اجمیر شریف ہی کے ہنود کی حالت نہیں بلکہ دور دراز مقامات کے رہنے والے ہندو صرف اسی سرکار میں حاضری کی عزت حاصل کرنے کو مال صرف کرتے اور سفر کی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں۔ اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہنود اپنے تیرتھوں کو نہیں جاتے، جاتے ہیں؛ مگر وہاں

سوامنڈ نے کے اور کچھ نتیجہ نہیں پاتے۔غرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جن سے محض بوجہ طوالت قطع نظر کی جاتی ہے۔ بالجملہ بحمداللہ تعالی اس دین متین کی خوبیاں بے حدو پایاں ایسی روشن ونمایاں ہیں کہ مخالفین تک (جنھیں ذرا بھی عقل وانصاف سے تعلق ہے) اُس کے مداح وثنا خواں ہیں۔

واللّٰہ قد شھد العدوُّ بفضلہ

والفضل ما شھدت بہ الاعداءُ [۱]

متعصب مخالفین اگر چاند پر خاک اُڑائیں، کیا ہوتا ہے!۔

ع: ہر کسے بر خلقت خودمی تند [۲]

ع: ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی مذہب وملت کے مخالفین یوں اُس کی مدح وستائش میں رطب اللسان رہے۔ یوں اپنی تصنیفوں کے دیباچے اُس کی تعریف وثنا کی برکات لینے سے مزین کیے ہوں، ہرگز ہرگز نہیں پھر آخر جاذبۂ حقانیت اور اسلام کی خداداد دلکش نورانیت کے سوا اور کیا ہے!!!

و اٰخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

والصَّلوٰۃ والسَّلام علی شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین

وعلی اٰلہ الطاھرین و صحبہ الطیبین و علینا معھم اجمعین

برحمتک یا ارحم الرّٰحِمین .

[۱] قسم بخدا! رقیبوں نے بھی اس کے فضل وکمال کا اعتراف کرلیا ہے اور فضلیت تو وہی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دینے پر مجبور ہو جائے۔

[۲] ہر شخص اپنی خوبیوں پر نازاں ہے۔